# توقیت غزالی

مزار مبارک
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْهَيْئَةَ وَالتَّشْرِيْحَ فَهُوَ عِنِّيْنٌ فِي مَعْرِفَةِ اللهِ تَعَالٰى

جو شخص ہیئت (Astronomy) و تشریح نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کامل نہیں

مؤلف:
بندہ مسکین ابو محمد عبد العزیز عطاری عفی عنہ

# فہرست

پیشکش: طالب فیض غزالی علیہ الرحمہ

# انتساب

بندہ مسکین اپنی اس ادنی سی کوشش کو اپنے والدین، پیر و مرشد، اساتذہ کرام بالخصوص والدین کریمین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بالخصوص امام غزالی علیہ الرحمہ اوراعلی حضرت امام احمد رضاخان علیہ الرحمہ اور تمام سلف وخلف کی طرف منسوب کرتا ہے اور بالخصوص ان حضرات کی طرف جو علم توقیت و فلکیات کے ذریعے دین کی خدمت میں مصروف تھے اور ہیں

اور خصوصا بالخصوص اپنے استاذ محترم حافظ **ابو محمد محمد خرم رضا عطاری مدنی** دامت فیوضہ علینا کی طرف منسوب کرتا ہوں جنھوں نے مجھے اس علم کا شوق دلایا اور مجھے اس پر ثابت قدم رکھا

اللہ تعالی ان عظیم ہستیوں کے طفیل اس ادنی سی کوشش کو قبول فرما کر اس کو میری، میرے گھر والوں کی اور تمام امت مسلمہ کی بخشش و مغفرت کا ذریعہ بنائے

آمین

**بندہ مسکین ابو محمد**

**عبد العزیز عطاری عفی عنہ**

# اظہار تشکر

حدیث پاک ہے کہ **مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ**[1] یعنی جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالی کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ لہذا اس حدیث پاک کے تحت یہاں اپنے محسنین کا ذکر کرکے مزید برکتیں سمیٹتا ہوں:

سب سے پہلے میں اپنے استاد محترم کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جو کہ بندہ مسکین کی ہر کامیابی کی اصل ہیں، یہ بندہ اگر آج جو کچھ بھی ہے تو حضرت ہی کی نگاہ فیض اور کرم نوازی کا نتیجہ ہے اور بالخصوص علم توقیت کے حاصل کرنے کا سبب بھی حضرت کا حکم ہی تھا اور اس میں ثابت قدمی حضرت کی حوصلہ افزائی کا ثمرہ ہے پھر مزید یہ کہ **خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو** خود ہی مقدمہ تحریر فرما کر بندہ نوازی فرمائی، مختصر بات یہی ہے کہ بندہ کو آپ کی صحبت پر ناز ہے اور یہی زندگی کی کمائی ہے اور وہ شخصیت حضرت ابو محمد محمد خرم رضا عطاری مدنی دامت فیوضھم العالیہ ہیں۔ اللہ تعالی حضرت کو درازی عمر بالخیر والعافیہ عطا فرمائے اور علم و عمل، زہد و تقوی میں مزید برکتیں و سعتیں عطا فرمائے اور بندے کو جو آپ سے نسبت ہے یہ اللہ تعالی ہمیشہ سلامت رکھے۔ آمین

اس مقام پر میں اپنے استاذِ توقیت حضرت مولانا وسیم احمد عطاری توقیتی زید مجدہ کا بھی بے

---

(1): سنن الترمذی، ج: ۴، ص: ۱۶۵، الرقم: ۲۰۸۲

حد مشکور ہوں کہ آپ نے کثیر مصروفیتوں کے باوجود علم توقیت پڑھایا،اس علم میں رہنمائیاں فرمائیں جن کے سبب اس شرح کا کام اچھے انداز میں مکمل ہوسکا۔ بلاشبہ حضرت علم توقیت و فلکیات میں مہارت تامہ اور ید طولی رکھتے ہیں اور جب بندہ مسکین نے یہ رسالہ آپ کو پیش فرمایاتوآپ خوش ہوئے،دعائیہ کلمات سے نوازااور حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔اللہ تعالی حضرت سے مزید اپنے دین کی خدمت لے اور آپ کو اس پر بے حد اجر عطا فرمائے۔آمین

اس مقام پر اگران دو ہستیوں کی شکر گزاری نہ کروں تو یقیناً بات نامکمل رہے گی جو کہ بندہ مسکین کی اصل ہیں یعنی میرے **والدین** اطال اللہ عمرھما۔یہی وہ ہستیاں ہیں کہ اگران کی طرف سے تربیت نہ ہوتی تو شاید بندہ مدرسہ و جامعہ کارخ نہ کرپاتااوران کی طرف سے گھریلو معاملات میں آسانی نہ ہوتی تو شاید بندہ یہ تحریری کام نہ کرپاتا۔اللہ عزوجل ان کا سایہ مجھ پر عافیت کے ساتھ دراز فرمائے اور ان کی دنیا وآخرت میں آنکھیں ٹھنڈی فرمائے اور دارین کی بھلائیاں عطافرمائے آمین

میں شعبہ اوقات الصلوۃ کے اراکین مولاناسجاد احمد عطاری مدنی اور مولاناعبدالقادر عباسی مدنی اور اپنے ہم درجہ مولاناعبدالصمد عطاری کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔جزاھم اللہ خیرا احسن الجزاء۔

**بندہ مسکین ابو محمد عبدالعزیز عطاری عفی عنہ**

# مقدمہ

## وجہ تالیف

## از: ماہر تدریس، جامع المنقول والمعقول حضرت ابو محمد محمد خرم رضا عطاری دام ظلہ العالی

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ

ترجمہ کنزالایمان: سورج اور چاند حساب سے ہیں[(2)]

حضرت سیدنا ابو درداء اور حضرت سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالی عنہما سے اس امت کے اوصاف کے متعلق مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندے وہ ہوں گے جو ذکر کرنے کے لئے سورج، چاند، ستاروں اور سایوں کا خیال رکھیں گے[(3)]۔

قرآن کریم میں کئی آیتوں میں آسمان و زمین، سورج، چاند اور دیگر ستاروں اور سیارات کا ذکر کیا گیا ہے۔ان آیات کی تعداد تقریبا ۴۰ کے قریب ہے۔

یہ تمام اللہ پاک کی نشانیوں میں سے ہیں اور ان نشانیوں کے ذریعے اللہ پاک کی طرف سے لازم کردہ احکامات ادا کیے جاتے ہیں۔

---

(2): سورہ رحمن: ۵

(3): السنن الکبری للبیہقی، بَابُ مُرَاعَاةِ أَدِلَّةِ الْمَوَاقِيتِ، ج:۱، ص:۵۵۸

علم توقیت و فلکیات کی اہمیت اور دیگر فضائل اور اس علم کی ضرورت اس رسالے سے ان شاء اللہ تعالی خوب واضح ہو جائے گی۔

کافی عرصے سے دل میں یہ ارمان تھا کہ درس نظامی میں فقہ کی کتابوں میں علم توقیت کی ابحاث اوقات صلوۃ اور استقبال قبلہ کے باب کی صورت میں پڑھائی جاتی ہیں، اس کی تسہیل اور وضاحت پر ایک رسالہ لکھا جائے کیونکہ کئی طلبہ کی یہ ابحاث باعتبار تفہیم واضح نہیں ہوتیں۔ پھر اللہ تعالی کا کرم ہوا اور یہ ارادہ موصوف حافظ عبد العزیز عطاری مدظلہ العالی کے سامنا رکھا اور یہ کام ان کے سپرد کیا۔ انہیں اللہ پاک کے فضل سے علم توقیت میں کافی مہارت حاصل ہے۔

مولانا موصوف نے بخوبی اسے سرانجام دیا اور بہار شریعت، نور الایضاح، ہدایہ جیسی کتابوں میں جو علم توقیت کی ابحاث ہیں، ان کی مکمل وضاحت بھی کی اور دیگر کئی اعتبارات سے علم توقیت کی اہمیت بھی اجاگر کی۔

اللہ پاک موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کے اور ہم سب کے لئے دین و دنیا کی برکتوں کا ذریعہ بنائے۔

موصوف کو بھی امام غزالی علیہ الرحمہ سے بے پناہ محبت ہے۔ اسی لئے اس رسالے کو امام غزالی علیہ الرحمہ سے موسوم کرتے ہوئے اس کا نام **توقیت غزالی** رکھتا ہوں۔

اللہ پاک موصوف کو مزید برکتیں عطا فرمائے اور دین متین کی خدمت کے لئے اپنی پاک

بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

بندہ مسکین ابو محمد

محمد خرم رضا عطاری عفی عنہ

16-3-2023

بروز جمعرات

# علم توقیت کی اہمیت وافادیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ وَشَرَّفَہٗ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡاِیۡمَانِ

وَجَعَلَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ بِحُسۡبَانٍ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاِنۡسِ وَالۡجَانِّ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ مَا تَعَاقَبَتِ الۡمَلَوَانُ

سب حمدیں اور تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے جس نے اپنے لطف وکرم سے بندوں کو ڈھانپا اور احکامِ دین میں سے ایک عظیم حکم **نماز** کی معرفت کے لئے سورج کو پیدا فرمایا جس سے نماز کے اوقات کو جانا جاتا ہے اور اس نے چاند کو پیدا فرمایا جو لوگوں کے لئے تاریخ اور مہینوں کو متعین کرتا ہے۔ تمام درود اور خوب سلام ہوں احمد مصطفی ﷺ پر اور ان کی آل و اصحاب پر اور آپ ﷺ ہی کی تبع میں ان پر بھی جنھوں نے سورج اور چاند کی مدد سے نمازوں کے اوقات جاننے میں اور مہینوں کی بالخصوص رمضان المبارک وذی الحج کی تقرری میں لوگوں کی رہنمائی کی اور کر رہے ہیں۔

اما بعد! اللہ عزوجل نے وسیع وعریض کائنات کو پیدا فرمایا جس کی وسعت کا اندازہ لگانا بھی ایک انسان کے لئے اتنی تمدن وترقی ہونے کے باوجود ممکن نہیں۔ اور اس میں اپنی قدرت کے ایسے ایسے شاہکار رکھے کہ جن پر بندہ غور وفکر کرتا ہی جائے تو اس کے ادراکات کی انتہا ہو جائے مگر اِس کائنات کا ایک باب بھی حل نہ ہو۔ ان تمام باتوں کے باوجود اللہ عزوجل نے

قرآن کریم میں انسان کو اس عالم میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا تاکہ انسان اپنی طاقت و قدرت کے مطابق اس سے نصیحتیں حاصل کرے اور جن باتوں کو سمجھ نہ سکے ان کے سبب اپنے عاجز و بندہ ہونے اور اللہ عزوجل کے حقیقی اور واحد معبود ہونے کا اقرار کرے اور یہ جانے کہ جب ہم اس کی مخلوقات کو ہی مکمل نہیں جان سکتے تو اس کی ذات کی حقیقت کو کیسے جان سکیں گے؟ اسی طرف اس حدیث مبارکہ میں اشارہ کیا گیا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تَفَكَّرُوْا فِيْ آلَاءِ اللهِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي اللهِ[4]

یعنی اللہ عزوجل کی نعمتوں میں غور و فکر کرو اور اس کی ذات میں غور و فکر نہ کرو۔

اسی طرح قرآن پاک کی کئی آیتوں میں بھی آسمان و زمین اور سورج و چاند اور دیگر ستاروں اور سیارات کا ذکر کیا گیا ہے، ان آیات کی تعداد تقریباً ۴۰ کے قریب ہے جو کہ نظامِ سماوی کے ذکر کو کہیں صراحتاً تو کہیں اشارتاً اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ آیات مبارکہ نقل کرتے ہیں مگر بلا تفسیر و تشریح تاکہ طوالت نہ ہو جائے۔

- اَفَلَمْ يَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ

ترجمہ: تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہ دیکھا ہم نے اسے کیسے بنایا اور سجایا اور اس میں

---

(4): شعب الایمان، باب فی الایمان باللہ عزوجل، فصل فی حدوث العالم، ج: ۱، ص: ۱۳۶

کہیں کوئی شگاف نہیں۔[5]

- خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

ترجمہ: اس نے آسمانوں کو ان ستونوں کے بغیر بنایا۔[6]

- هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ

ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔ اللہ نے یہ سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ علم والوں کے لئے تفصیل سے نشانیاں بیان کرتا ہے۔[7]

- لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ

ترجمہ: سورج کو لائق نہیں کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جانے والی ہے اور ہر ایک (اپنے) ایک دائرے میں تیر رہا ہے۔[8]

- اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

---

(5): سورہ ق: ٦
(6): سورہ لقمان: ١٠
(7): سورہ یونس: ٥
(8): سورہ یس: ٤٠

ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (9)

- الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ کَرَّتَیۡنِ یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیۡرٌ

ترجمہ: وہ جس نے ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے (اے بندے!) تو رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا پس تو نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ اٹھا کر دیکھ، نگاہ تیری طرف ناکام ہو کر تھکی ماندی پلٹ آئے گی (10)

اور اس کے علاوہ کئی آیات مبارکہ ہیں جو ہمیں آسمان، زمین، چاند، تارے، سیارے وغیرہ میں غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ قرآن کریم کی ان آیات سے جہاں ہمیں دیگر فوائد حاصل ہو رہے ہیں وہیں ہمیں ان (آسمان، زمین، چاند، تارے، سیارے وغیرہ) کے متعلق علم حاصل کرنے کی اہمیت بھی معلوم ہو رہی ہے اور ان تمام چیزوں کو جس علم کے ذریعے بخوبی جانا جاتا ہے وہ **علم فلکیات وہیئت** (Astronomy) ہے۔

---

(9): سورہ ال عمران: ۱۹۰

(10): سورہ ملک: ۳،۴

# علم فلکیات و ہیئت :

## علم فلکیات و ھیئت کی تعریف:

وہ علم جس میں اجرامِ علویہ و سفلیہ (سورج، زمین، چاند اور دیگر سیارات وغیرہ) کے احوال (یعنی پیدائش، سمت، جسامت، کیفیت وغیرہ) سے بشری طاقت کے مطابق تفصیلا بحث کی جائے۔[11]

**موضوع:** اجرامِ علویہ و سفلیہ۔[12]

**غرض و غایت:** خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ اس کے متعلق بہت خوبصورت بات ارشاد فرماتے ہیں: اس (ہیئت و فلکیات) سے مسلمانوں کی غرض عَلیٰ اِخْتِلَافِ النِّیَّاتِ رب العزت جل جلالہ کی معرفت بروجہ کمال ہے۔ مزید فرماتے ہیں: امام غزالی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الْھَیْئَۃَ وَالتَّشْرِیْحَ فَھُوَ عِنِّیْنٌ فِیْ مَعْرِفَۃِ اللہِ تَعَالٰی[13] یعنی جو ہیئت و تشریح[14] نہیں جانتا وہ معرفتِ الٰہی میں غیر کامل ہے۔

یقیناً ہمارے امام، امام محمد بن محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمہ کا فرمان فقط دعوی نہیں بلکہ ایک

---

(11): سلم السماء، ص: ۲ ماخوذاً
(12): ایضاً
(13): ایضاً
(14): علم فلکیات کا مترادف نام

واضح حقیقت ہے جو کہ اس علم و فن سے وابستہ افراد بخوبی جانتے ہیں، بلکہ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آگے ہمارے مقالے کو پڑھ کر بھی آپ قدرتِ الٰہی کا کچھ نظارہ کیجیے پھر سوچئے کہ مکمل علم توقیت و فلکیات میں کیا کیا نظائر ہوں گے۔اسی پر بس نہیں بلکہ مزید سوچئے کہ یہ تو وہ ہے جو علماء کرام نے سمجھ لیا اور ہمارے لئے بیان کر دیا تو جہاں تک عقل و بصر کی رسائی ہی نہیں اس کا عالم کیا ہو گا۔ارے ! یہ سوچنا تو مقصود ہی نہیں یہ تو فقط ذریعہ تھا، سوچنا ہے تو یہ سوچئے کہ ان سب کو بنانے والا ہمارا پیارا **اللہ عزوجل** کس قدر عظمت و قدرت و بزرگی والا ہو گا۔

# علم توقیت :

علم توقیت اصل کے اعتبار سے حقیقتاً کوئی مستقل بالذات علم نہیں ہے بلکہ یہ علم فلکیات کا ہی ایک جزء ہے جسے علماء کرام نے بعد میں علم فلکیات سے جدا کر کے الگ علم ٹھہرایا۔اس کی وجہ یہ بنی کہ علم فلکیات ایک وسیع و عریض اور بہت تفصیلی ابحاث والا علم ہے جس کے سبب اہم چیز یعنی سورج کے طلوع و غروب وغیرہ حاصل کرنا جن کا تعلق نماز اور روزے سے ہے، دشوار ہو جاتا تھا تو علماء کرام نے **علم توقیت** کے نام سے ایک علم متعارف کروایا جن میں اہم اور مقصودی چیزیں ڈال دیں تاکہ بآسانی ان کی معرفت حاصل کر لی جائے اور علم فلکیات کی پیچیدگیوں کی وجہ سے یہ علم ناپید نہ ہو جائے۔(15) اس کی مثال علم فقہ کے ذریعے بھی جانی جاسکتی ہے کہ ابتداءً علم فقہ میں عقائد و وراثت وغیرہ تمام شامل تھے مگر بعد میں ان دونوں کو دیگر علتوں کی بناپر خارج کر کے الگ الگ علوم ٹھہرا دیا گیا۔

آیئے اب علم توقیت کی تعریف سنتے ہیں:

## علم توقیت کی تعریف:

توقیت وہ علم ہے جس کی مدد سے دنیا کے کسی بھی مقام کے لئے طلوع و غروب، صبح و عشا،

(15): علم توقیت، ص:۴۱-۴۲ مفہوماً

نصف النہار، مِثْلِ اول و مِثْلِ ثانی و غیرہ کے اوقات بذریعہ کلیہ جات معلوم کیے جاتے ہیں۔[16]

## موضوع:

کسی مقام کا عرض وطول اور سورج کی حرکات کا علم رکھنا اس طور پر کہ اس سے اوقات نماز وسحر وافطار کا استخراج کیا جاسکے۔[17]

## غرض وغایت:

علم توقیت کو اگر علم فلکیات کے جزء ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کی غرض وغایت بھی ماقبل کی طرح **معرفت الہی بروجہ کمال** ہے اور اس کی وضع کے اعتبار سے **نمازوں اور سحر وافطار کے آغاز واختتام کے اوقات معلوم کرنے میں غلطی سے بچا جاسکے** ہے۔[18]

پیچھے آپ علم توقیت کے وضع کیے جانے کی وجہ بھی جان چکے ہیں مگر افسوس اس بات کا ہے اسے جو توجہ ملنی چاہیے تھی، وہ نہ ملی بلکہ اب تو وہ بھی کہاں ملتے ہیں جو عالمِ توقیت کی آہیں سنیں۔ بلکہ ہم نے تو ایسے بھی دیکھے ہیں جو علم توقیت سے دور کرتے ہیں۔ایک علمی شخصیت

---

(16): نصاب توقیت، ص:۲۶

(17): ایضا

(18): ایضا

کسی طالب توقیت کو کہہ رہی تھی کہ تم کیوں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ آہ!

## علماء و ماہرین توقیت کی درد بھری عبارات:

اب آپ علماء و ماہرین توقیت کی درد بھری عبارات ملاحظہ کیجیے

حضرت بحر العلوم ماہر توقیت مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علم توقیت بھی ایک ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں، حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرض کفایہ بتایا ہے۔ علماءِ موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہو گا، اور کب غروب؟ بہت سی عمر گزر گئی، تھوڑی باقی ہے جن اصحاب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کر لیں سَلُوْنِی قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِیْ[19] (مجھ سے سوال کر لو اس سے پہلے کہ تم مجھ سے محروم ہو جاؤ) حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد گرامی ہے اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا قول بالکل صحیح ہے: قدر نعمت پس از زوال بود (یعنی نعمت کی قدر تو اس کے جانے کے بعد ہی ہوتی ہے) (ملفوظ حصہ اول ص: ۱۰۰)

اور اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں: امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے زواجر میں اس علم (توقیت) کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عامہ مسلمین سے

---

(19): المستدرک علی الحاکم، ج: ۲، ص: ۳۸۳

اُٹھ گیا۔

فقیر نے بتوفیقِ قدیر اس (علم) کا احیاء (یعنی زندہ) کیا اور سات صاحب بن پائے جن میں سے بعض نے انتقال کیا۔ اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے۔ (المیزان، ص: ۵٦٧)

مکتوبات کے مرتب مولانا مصطفی علی خان صاحب مکتوبات گرامی کو نقل کر کے المیزان کے صفحہ ۵٦٧ پر فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں علم توقیت سے لوگوں کی عدم توجہی پر ماتم کناں ہیں اور اس علم کی اہمیت پر زور دینے کے لیے فرماتے ہیں کہ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ آج کی ہماری علمی درس گاہیں جنھیں ہم دارالعلوم کہتے ہیں، اس علم سے کس قدر بے خبر ہیں (الی آخرہ) (المیزان، ص: ۵٦٧)

**اقول** (یعنی مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ): کاش آج بھی علماء وطلبہ اس علم کی طرف توجہ دیں اور اس علم کو نصاب میں داخل کر لیں تو اعلی حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فیض عام سے عام تر ہو جائے اور ان کی روح پر فتوح (دلی روح) کو بے حد مسرت حاصل ہو۔ فقط [20]

خلیفہ اعلی حضرت مفتی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

ہیئت (Astronomy) و توقیت (Astronomic Calculations) یہ

(20): منار التوقیت، ص: ۴

دونوں علم جس درجہ کار آمد اور مسلمانوں خصوصا علما کے لیے جس قدر ضروری ہیں، افسوس ہے کہ مسلمانوں خصوصا عربی خوانوں نے اس سے بہت زیادہ استغنا(بے پروائی) سے کام لیا۔ یہ وہی مبارک علم ہے جسے جاننے سے خداوندِ عالم (اللہ پاک) کی معرفت بروجہ کمال حاصل ہوتی ہے۔امام غزالی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مَنۡ لَمۡ یَعۡرِفِ الۡهَیۡئَةَ وَالتَّشۡرِیۡحَ فَهُوَ عِنِیۡنٌ فِیۡ مَعۡرِفَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی "یعنی جو شخص ہیئت (Astronomy) وتشریح نہیں جانتا وہ اللہ کی معرفت میں غیر کامل ہے۔

(مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں): یہ وہی علم ہے جس کے جاننے والے کی خود رب العزت جل جلالہ نے تعریف کی، قرآن مجید میں انہیں أولوا الألباب(یعنی عقلمند)فرمایا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تونے یہ سب بیکار نہیں

بنایا۔ تو پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔[21]

یہ وہ علم ہے کہ نماز کی صحت، روزہ کی درستی اسی پر موقوف ہے۔ یہ وہ علم ہے کہ مسائلِ نکاح وطلاق میں اس کی ضرورت ہے، احکامِ فرائض میں اس کی حاجت ہے، حج کے راستے میں اس کی طرف محتاجی۔ کیا بغیر اس علم کے اس دورِ تمدن و ترقی میں کہ نظمِ اوقات (وقت کا حساب) ساعت (Clock) سے ہوتا ہے کسی شخص کو اوقاتِ نماز کی تمیّزِ ابتداء وانتہاء (نماز کا وقت شروع یا ختم ہونے کی پہچان)، اوقاتِ صوم و صلوۃ کی معرفت بغیر اس علم کے ممکن ہے؟

کیا بغیر اس علم کے صحیح سمتِ قبلہ کا علم ہو سکتا ہے ؟ ہر گز نہیں۔ اگرچہ مسجدوں کی عمارتیں ایک حد تک اس ضرورت سے لوگوں کو سبکدوش کر سکتی ہیں مگر مسجد بنانے کے لئے تو اس فن کا جانا ضروری ہے ورنہ صحیح سمت قبلہ کو نہ ہو نگی جیسا کہ "بانکی پور پٹنہ" کی بعض مسجدیں بالکل خلافِ سمت قبلہ بنی ہوئی ہیں۔ مسجدوں کو جانچنے کے لئے بھی اس علم کی ضرورت ہوئی۔

کیا سفرِ حج میں کوئی شخص بغیر اس فن کی مدد کے سب نمازیں صحیح سمت پر پڑھ سکتا ہے ؟ عام لوگوں کا خیال ہے کہ مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفا و تعظیما ہندوستان سے پچھم (مغرب کی جانب)

---

(21): سورہ ال عمران: ۱۹۱، ۱۹۰

ہے۔اسی طرف جہاز جارہاہے (لہذا) وہی سمتِ قبلہ ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ جو (بحری) جہاز بمبئی سے جدہ جاتاہے دکھن (جنوب کی طرف) مڑتا ہوا پچھم (مغرب کی) طرف جاتاہے یہاں تک کہ محاذات مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفا و تعظیما (یعنی مکہ مکرمہ کی سیدھ) سے اور آگے نکل جاتا(ہے)، تب جدہ میں آکر ٹھہرتاہے یہاں سمت قبلہ بالکل مشرق (کی) طرف ہوتاہے اور جو (بحری) جہاز بمبئی سے کراچی ہو کر جدہ جاتاہے بمبئی سے اتر (شمال کی طرف) آتاہے پھر دکھن (جنوب کی) طرف سے ہوتا ہوا جدہ پہنچتاہے تو بمبئی سے چھوٹتے وقت سمت قبلہ پچھم (مغرب) ہے اور جدہ پہنچ کر پورب (مشرق کی) طرف راستہ میں نصف دور (Half Circle یعنی 180 درجے) قطع کرنا پڑتاہے۔ غیر ہیئت دان کیا بتاسکتاہے کہ کس دن کتنا انحراف کرنا ہوگا اور کہاں پر کونسی جانب مڑنا ہوگا؟ کیا صرف قطب نما(Compass) رکھ لینا کافی ہوگا؟ وہ تو صرف سمت کو بتائے گا مگر آج کس قدر انحراف کی ضرورت ہے کل کس قدر، بغیر ہیئت و توقیت جانے نہیں معلوم ہوسکتا۔

کیا کوئی شخص بغیر اس علم کے صحیح منتہائے سحری (سحری کا آخری وقت)، ضحوی کبری، غروب آفتاب جن تین وقتوں کی روزہ میں حاجت ہوتی ہے، بتاسکتاہے؟ کیا کوئی شخص بغیر ہیئت جانے ہوئے صبح صادق، طلوع شمس، نصف النہار، ایک مثل، دو مثل، غروب شمس، غروب شفق (سورج کے دوبنے کے بعد افق پر پھیلی ہوئی سرخ و سفید روشنی) جن کی ضرورت نمازوں میں ہوتی ہے بتاسکتاہے؟

کیا کسی شخص سے یہ سوال ہو کہ ہندہ کا انتقال فلاں شہر میں طلوع افتاب کے وقت ہوا اور اس کے شوہر نے دوسرے شہر میں اس کی حقیقی بہن سے طلوع افتاب کے اسی دن نکاح کیا تو یہ نکاح ہوا یا نہیں ؟ یا ہندہ حاملہ کو اس کے شوہر نے کسی شہر (میں ) طلوع آفتاب کے وقت طلاق دی اور ہندہ دوسرے شہر میں طلوع آفتاب کے وقت لڑکا جنی تو عدت منقضی (ختم) ہوئی یا نہیں ؟ یا زید کا انتقال ایک شہر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا اور اس کے بیٹے نے دوسرے شہر میں طلوع آفتاب کے وقت انتقال کیا تو کس کا ترکہ کس کو ملے گا؟ یا دونوں غرقی وھدمی (ایک ساتھ ڈوب کر یا دب کر مر جانے والوں ) کی طرح سمجھے جائیں گے ؟ پھر ان دونوں شہروں میں تفاوت اگر فقط طول (Longitude) میں ہے یا فقط عرض (Latitude) میں یا طول و عرض دونوں میں تفاوت ہے تو اس نکاح و طلاق و عدت و ترکہ کے حکم میں کیا فرق ہو گا؟ نیز اگر یہی سب صورتیں غروب شمس کے وقت ہوں تو کس صورت میں کیا حکم ہو گا اور اگر نصف النہار کے وقت واقع ہوں تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ پھر اگر **زائدالعرض بلد** میں نکاح و طلاق اور باپ کی موت واقع ہو تو کیا حکم ہو گا؟ اور **ناقص العرض** شہر میں ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟

نیز اگر یہی سب صورتیں دو شہروں میں مثلا چھ بجے واقع ہوئیں تو اگر دو شہروں کا وقت کمپاس ٹائم (Sun Clock) سے ہے تو کیا حکم ہو گا ؟ لوکل ٹائم ہے تو کیا فرق ہو گا؟ اور ریلوے ٹائم (معیاری وقت Standard Time) ہونے کی صورت میں مسئلہ کا کیا

جواب ہو گا؟اور اگران دو شہروں میں او قات مختلف رائج ہیں ایک میں لوکل ٹائم دوسرے میں ریلوے(Standard Time)یاکمپاس ٹائم(Sun Clock)تو مسئلے پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ پھر اگر تعدیل الایام "زائد متزائِد یا زائد متناقص" ہے تو کیا حکم ہے؟اور اگر" ناقص متزائد "یا"ناقص متناقص" ہے تو کیا جواب ہو گا؟کیا کوئی شخص ان مسائل اور اسی قسم کے دیگر مسائل فقہیہ جن کا تعلق وقت سے ہے بغیر ہیئت و توقیت جانے صحیح و تشفی بخش جواب دے سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

(تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں):الغرض جب یہ فن اس درجہ مہتم بالشان اور کار آمد ہے کہ عبادات و معاملات سب میں اس کی ضرورت ہے ، حیات اور بعد الممات ہر وقت اس کی حاجت پھر اس سے غفلت کس قدر افسوس و حسرت کی بات ہے۔[22]

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ہیئت کے ضروری مباحث (میں) سے ایک سمتِ قبلہ بھی ہے اور اس کا جاننا مسلمانوں کو جس قدر ضروری ہے افسوس کہ لوگ اسی قدر غافل ہیں عوام یا عام مسلمانوں کو کون پوچھتا ہے خواص میں زیادہ جاننے والا وہ شخص ہو گا جو یہ جانے کہ مجھے اس کا علم نہیں اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے یا جاننے والے کی طرف ہدایت کرے[23]

---

(22):توضیح التوقیت، ص:۲-۵

(23):توضیح التوقیت، ص:۱۸۹

قارئین کرام ! یقیناً اس علم کی اہمیت بہت زیادہ ہے بلکہ قران وسنت سے بعض چیزوں کو سمجھنا اس علم کے ذریعے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ ہم ایک مثال ذکر کرتے ہیں :

## دن کا رات میں اور رات کا دن میں داخل ہونا:

### سوال:

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے :

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

ترجمہ: رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔[24]

دن اور رات ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور کسی شیء کا اپنی نقیض میں داخل ہونے سے دونوں کا ایک جگہ ہونا لازم آئے گا جب کہ اجتماعِ نقیضین محال ہے۔ اس آیت کا پھر کیا معنی ہے؟

### جواب:

اس کے جواب سے پہلے کچھ مقدمات پر نظر کیجیے :

اولاً: جب کوئی شخص ایسی جگہ میں ہو جہاں اسے مکمل آسمان نظر آرہا ہو، چاروں جانب حدِ نگاہ تک کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ سورج غروب ہونے کے وقت اور اس سے کچھ پہلے دیکھے گا کہ مشرقی جانب سیاہی (کالا پن) اٹھنا (آنا) شروع ہو رہا ہے اسی طرح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو

---

(24): سورہ حدید:٦

مغرب کی جانب کچھ وقت تک سیاہی رہتی ہے۔ جیسا کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: افقِ شرقی سے سیاہی کا طلوع قرصِ شمس (سورج) کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرصِ شمسی (سورج) کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع (بلند) ہو جاتا ہے اُس وقت تک سوادِ مرئی (دکھائی دینے والا کالا پن) رہتا ہے اس پر عیان (آنکھیں) و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس الخبر کالمعاینۃ (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ت) جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا۔[25]

ثانیاً: صبح کاذب وصادق (اس کی مکمل تفصیل ہم آگے مقالے میں تحریر کر چکے ہیں وہاں دیکھیے)

ثالثا: شفق ابیض و احمر (اس کی مکمل تفصیل بھی ہم آگے مقالے میں تحریر کر چکے ہیں وہاں دیکھیے)

اب آیت مبارکہ کی توجیہ سنیے:

---

(25): فتاوی رضویہ، ج:۵، ص:۱۴۰

اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے فتاوی رضویہ شریف میں اس پر بہت تفصیلی کلام فرمایا ہے اور کئی توجیہات فرمائیں ہم ان میں بعض کو آسان کر کے تحریر کرتے ہیں:

آیت مبارکہ میں **لیل و نہار** میں سے کسی ایک کو مجاز ماننا پڑے گا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

## پہلی توجیہ:

آیت مبارکہ میں نہار سے مراد حقیقی دن ہو اور لیل سے مراد وہ سیاہی ہو جو ہم نے پہلے مقدمے میں ذکر کی۔

## دوسری توجیہ:

آیت مبارکہ میں لیل سے مراد حقیقی عرفی رات (یعنی شرعی غروبِ شمس سے شرعی طلوعِ شمس تک) ہو اور نہار سے مراد صبح صادق کی روشنی ہو۔

## تیسری توجیہ:

آیت مبارکہ میں لیل سے مراد حقیقی شرعی رات (یعنی شرعی غروبِ شمس سے طلوعِ فجرِ صادق تک) ہو اور نہار سے مراد صبح کاذب ہو۔

## چوتھی توجیہ:

آیت مبارکہ میں لیل سے مراد حقیقی شرعی یا عرفی رات ہو اور نہار سے مراد شفق ابیض ہو۔

آیت مبارکہ میں لیل سے مراد حقیقی شرعی یا عرفی رات ہو اور نہار سے مراد شفق احمر ہو۔ (26)

علم توقیت کے شائقین اعلیٰ حضرت کی عبارت کو پڑھ کر بہت لطف اندوز ہوئے ہوں گے کہ جو ہم نے علم توقیت میں پڑھا اس کا کس قدر خوبصورتی کے ساتھ قرآن کریم میں استعمال ہوا ۔آپ ہی بتائیے کہ کیا بغیر توقیت پڑھے یا بغیر عالمِ توقیت کے سمجھائے اس کو اس طرح سمجھنے پر قادر تھے ؟ ہر گز نہیں۔

یہ ہم نے فقط اختصار کے ساتھ ایک مثال تحریر کی ہے ورنہ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس طرح کی کئی مثالیں ہیں۔ ہم تو مشورتاً عرض کریں گے کہ کچھ مثالیں دیکھنے کے لئے پہلے آپ مشکوۃ شریف سے باب الاوقات پڑھئے پھر اس کی تشریح مرآۃ المناجیح سے پڑھئے ۔آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ظاہر حدیث سے ایک عام آدمی کے لئے کیا مفہوم ثابت ہو رہا ہے اور مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ اس کی کیا خوبصورت تشریح فرما رہے ہیں جس میں یقیناً علم توقیت کا بہت بڑا دخل ہے۔

---

(26): فتاوی رضویہ، ج:۵، ص:۱۴۰-۱۴۸

## ایک مکالمہ: دور حاضر میں علم توقیت سیکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے!

**احمد**: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

**عبداللہ**: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

**احمد**: مزاج شریف کیسے ہیں؟

**عبداللہ**: الحمد للہ علی کل حال۔ احمد بھائی آپ خیریت سے ہیں؟

**احمد**: جی الحمد للہ! عبداللہ بھائی الحمد للہ تعالیٰ اللہ پاک کے فضل وکرم سے ہمارے شہر میں کل سے علم توقیت کورس شروع ہونے جارہا ہے۔ آپ بھی اس میں حصہ لیجیے اور اپنا ایڈمیشن کروالیجیے۔

**عبداللہ**: ماشاءاللہ! لیکن آپ کو ایک بات بتاؤں؟

**احمد**: جی ضرور

**عبداللہ**: آج کے دور میں علم توقیت سیکھنے سکھانے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے

**احمد**: وہ کیسے؟ اس کے ذریعے تو ہم نمازوں اور روزوں کے اوقات معلوم کرتے ہیں جس کی ہمیں روز ہی حاجت ہوتی ہے۔

**عبداللہ**: احمد بھائی نمازوں کے اوقات! ارے وہ تو میں ایک سیکنڈ میں گوگل سے ہی معلوم کرلیتا ہوں۔

احمد: عبد اللہ بھائی یہ طریقہ کار تو بالکل درست نہیں کیوں کہ گوگل پر جو اوقات ہوتے ہیں،اس میں کافی غلطیاں ہوتی ہیں۔میں آپ کو ۳ خرابیاں بتاتا ہوں:

۱) گوگل پر جب آپ کسی شہر کا نام لکھ کر اوقات معلوم کرتے ہیں تو وہ شہر کے بڑے علاقے یا درمیانے مقام (center of city) کے اوقات نکال کر بتادیتا ہے جب کہ اس شہر کے بعض علاقوں کے لئے وہ درست نہ ہوں گے اور اگر شہر چھوٹا ہو تو کچھ سیکنڈ کی غلطی ہو گی اور اگر شہر بڑا ہو تو غلطی منٹ سے اوپر بھی جاسکتی ہے جیسے کہ کراچی۔

۲) نمازوں کے اوقات میں سے طلوع و غروب میں کسی بھی مقام کی بلندی کا بہت بڑا دخل ہے اور ہر شہر سطح سمندر سے کچھ نہ کچھ بلند ہی ہوتا ہے اور جب کہ آج کل تو لوگ بڑی بڑی اور اونچی عمارتوں میں رہتے ہیں اس کے سبب طلوع و غروب کے وقت میں تبدیلی آجاتی ہے مگر گوگل پر جو اوقات آتے ہیں وہ صفر بلندی پر نکالے جاتے ہیں جس کے سبب نماز روزے ضائع ہونے کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

۳) گوگل پر نمازوں کے اوقات بتائے جانے میں round off کا قانون استعمال کیا جاتا ہے یعنی اگر سیکنڈز آدھے منٹ (۳۰ سیکنڈ) سے کم ہوں گے تو سیکنڈز کو ختم کر کے وقت دکھایا جائے گا اور اگر آدھے منٹ (۳۰ سیکنڈ) سے زیادہ ہوں گے تو اسے پورا منٹ شمار کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر غروب آفتاب کا وقت 6:29:29 آیا تو 6:29 بتایا جائے گا اور اگر 6:29:31 ہوا تو 6:30 بتایا جائے گا۔اب بتایئے کہ پہلی صورت میں اگر کوئی 6:29

ہوتے ہی تکبیر تحریمہ کہہ دے تو اس کی نماز ہو گی کہ نہیں؟ یقیناً نہیں۔اسی طرح اگر کوئی اس پر فوراً روزہ کھول دے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کہ نہیں؟ جی یقیناً ٹوٹ جائے گا۔ دیکھیے گوگل جو نمازوں کے اوقات بتائے جاتے ہیں اس میں تو بہت خرابیاں ہوتی ہیں۔

عبد اللہ : یا اللہ! یہ تو بہت مسئلے کی بات ہے مگر دوسری ایپلیکیشن بھی تو ہیں جو بالکل درست اوقات بتاتی ہیں۔ میں تو ان سے معلوم کرلوں گا جیسے دعوت اسلامی کی ایپلیکیشن PRAYERS TIMES۔

احمد: جی ماشاءاللہ تعالی! اس کے ذریعے آپ کے نماز و روزہ تو درست ہو جائیں گے مگر یہ بتائیے کہ کیا اس سے جو علماء کرام نے اس کا حکم فرض کفایہ بتایا ہے، وہ ادا ہو جائے گا؟ کیا اس کے ذریعے آپ کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو جائے گی؟

عبداللہ: اس پر تو میں نے کبھی غور نہیں کیا

احمد: عبداللہ بھائی یہی نہیں، آج کے دور میں بھی ایسے علاقے ہیں جہاں GPS اور نیٹ کے سگنل نہیں جبکہ ایپلیکیشن کی بنیاد انہیں چیزوں پر ہوتی ہے۔اب فرض کیجیے آپ کسی ایسے علاقے میں قصداً یا بلا قصد پہنچ گئے،اب نماز اور روزے کا کیا کریں گے؟ سمت قبلہ میں تو تحری بھی کرلیں گے مگر اوقاتِ نماز؟

عبداللہ: معلوم نہیں احمد بھائی! آپ ہی اس کا حل بتائیں

احمد: جس شخص نے علم توقیت اچھی طرح پڑھا ہوا ہوگا وہ سورج کی کیفیت اور اس کے

سائے سے اندازہ لگالے گا اور بآسانی اپنی اور اپنے ساتھیوں کے نماز اور روزے کی حفاظت کرلے گا بلکہ اس شخص کے لئے سمت قبلہ میں تحری کا حکم بھی نہیں ہوگا کیوں کہ ایسا شخص سورج کے سایہ کے ذریعے سمت قبلہ معلوم کرلے گا۔

**عبداللہ**: واقعی؟!

**احمد**: عبداللہ بھائی! جی ہاں!۔ چلیں ان باتوں کو بھی چھوڑیے آج کے دور میں علم فقہ وغیرہ حاصل کرنے کے حوالے سے آپ کی کیارائے ہے؟

**عبداللہ**: علم فقہ تو بہت ضروری ہے، اگر ہم اسے حاصل نہیں کریں گے تو اپنے مسائل کا شرعی حل کس طرح جانیں گے۔

**احمد**: ان مسائل کا حل بھی تو گوگل اور ایپلیکیشن سے معلوم کرسکتے ہیں بلکہ علم میراث، نحو، صرف وغیرہ تمام چیزوں کے سافٹ وئرز موجود ہیں ان سے کیوں معلوم نہیں کرلیتے۔ میرے پیارے بھائی اس طرح تو ہر علم کی اہمیت ختم ہو جائے گی کیوں کہ اب تمام علوم چاہیں دینی ہوں یا دنیوی سب کے سوفٹ وئرز آچکے ہیں

**عبداللہ**: اب سمجھا، واقعی علم توقیت کی اس دور میں بھی وہی اہمیت ہے جس طرح پہلے تھی

**احمد**: آپ ابھی بھی نہیں سمجھے

**عبداللہ**: کیوں بھئی

**احمد**: میری نظر میں علم توقیت کی اہمیت پچھلے دور سے زیادہ ہے کیوں کہ اب بڑی بڑی

عمارات کی وجہ سے مشاہدات نہیں ہو پاتے اور کیوں کہ گوگل اور غلط ایپلیکیشنز بہت زیادہ رائج ہوتی جارہی ہیں۔ تواب ہماری ذمہ داری زیادہ بنتی ہے کہ ہم علم توقیت کو پھیلائیں اور لوگوں کی نماز اور روزے کی حفاظت کریں

**عبد اللہ**: ان شاءاللہ تعالی! جی ضرور احمد بھائی۔ آپ مجھے کورس کی تفصیلات بھیج دیجیے میں آج ہی علم توقیت کورس میں داخلہ لیتا ہوں۔

**احمد**: لبیک، ان شاء اللہ تعالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

**عبداللہ**: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ تعالی خوب واضح ہو گیا کہ علم توقیت کس قدر اہمیت کا حامل ہے مگر ہم تو یہی کہیں گے کہ علم توقیت کی کما حقہ اہمیت بیان کرنے کے لئے یہ تحریر بھی ناکافی ہے کہ ساحل پر کھڑے ہو کر سمندر کی موجوں (لہروں) اور طلاطم (شدید لہروں کے آپس میں ٹکرانے) کا درست اندازہ نہیں لگایا جاسکتا بلکہ سمندر کی طغیانی (طلاطم کا مترادف) کی صحیح کیفیت تو وہی بتاسکتا ہے جو اس میں اترا ہو، تو آیئے اس سمندر کے پانی سے اپنے آپ کو سیراب کیجیے، کم از کم ایک مرتبہ تو کسی اچھے عالم توقیت سے کچھ توقیت سیکھیے ان شاء اللہ تعالی بہت فوائد محسوس فرمائیں گے۔

بندہ مسکین ابو محمد

عبدالعزیز عطاری عفی عنہ

# نماز فجر

## بہار شریعت:

مسئلہ ۱: وقت فجر: طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ (متون)

فائدہ: صبح صادق ایک روشنی ہے کہ پورب کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے اور اس سے قبل بیچ آسمان میں ایک دراز سپیدی ظاہر ہوتی ہے، جس کے نیچے سارا اُفق سیاہ ہوتا ہے، صبح صادق اس کے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلوؤں پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے، یہ دراز سپیدی اس میں غائب ہو جاتی ہے، اس کو صبح کاذب کہتے ہیں، اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا یہ جو بعض نے لکھا کہ صبح کاذب کی سپیدی جا کر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے، محض غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔[27]

(قولہ: آفتاب کی کرن چمکنے): یہاں کرن سے پہلی کرن مراد ہے اور وہ بھی دکھائی

---

(27): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۴۸، ۴۴۷

دینے کے اعتبار سے کیوں کہ حقیقی سورج ابھی افق سے نیچے ہی ہوتا ہے مگر ہم اسے دیکھنے لگتے ہیں اور یہ سب کچھ انکسار (Refraction) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انکسار ہی کی وجہ سے چاند اور سورج وغیرہ جہاں ہوتے ہیں ہمیں اس سے کچھ اوپر دکھائی دیتے ہیں۔

اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ انکسار تو کثیف[28] سے لطیف یا لطیف سے کثیف کی طرف جانے کی صورت میں ہوتا ہے حالانکہ یہاں تو ایسا کچھ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری زمین کے چاروں جانب ایک کرہ بخار (horizon layer) ہے جو کہ آبی بخارات وغیرہ سے پر ہونے کے سبب کثیف ہے تو جب ہماری نگاہ سورج کو دیکھنے کے لئے زمین سے کرہ بخار اور وہاں سے آسمان کی طرف جاتی ہے تو اس وقت انکسار پیدا ہوتا ہے کیوں کہ کرہ بخار کثیف اور اس کے بعد کی آسمانی ہوا کثیف ہے اور جو ہماری زمین پر ہوا ہے وہ لطیف ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ہم تالاب یا پانی کے گلاس میں کوئی سیدھی چیز اس طرح ڈالیں کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو اور ایک حصہ پانی سے باہر تو پانی والا حصہ ہمیں ترچھا محسوس ہوگا کہ ہماری نظر لطیف (ہوا) سے ہوتے ہوئے کثیف (پانی) پر گئی۔[29]

---

(28): کثیف بھاری چیز کو کہتے ہیں اور لطیف سے مراد ہلکی چیز جیسے عناصر اربعہ میں سے ہوا لطیف ہے اور پانی کثیف، جبھی ہوا اوپر کی طرف جاتی ہے اور پانی اپنی کثافت و میل طبعی کی وجہ سے زمین کی طرف آتا ہے۔ ان کی مزید تفصیل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے رسالے فوز مبین میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(29): **انکسار** کے ساتھ ساتھ یہاں **اختلاف منظر** بھی اثر انداز ہے اس کی تفصیل کے لئے توضیح التوقیت کے طلوع و غروب کے باب کا مطالعہ کیجیے۔

## صبح صادق و صبح کاذب:

آدھی رات گزرنے کے بعد بیچ آسمان پر ایک مدہم سی سفید روشنی ظاہر ہوتی ہے جو کہ لمبائی میں بڑھتی ہے یعنی بیچ آسمان سے لمبائی میں نیچے افق کے مشرقی جانب بڑھتی/اترتی ہے یہاں تک کہ افق سے کچھ اوپر ایک مقام تک پہنچ جاتی ہے اور اس سے نیچے اترتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی کہ یہ وہ مقام ہے جہاں تیز روشنی والا سورج جس کو زوال کے وقت ایک نظر دیکھا نہیں جاتا وہ اس مقام پر آکر زرد (پیلا) ہو جاتا ہے اور نظر جمنے لگتی ہے تو یہ مدہم سے روشنی کس طرح نظر آسکتی ہے۔ اس سفید روشنی کو **صبح کاذب**، **فجر کاذب** اور **فجر مستطیل** جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ وجہ تسمیہ بھی یہی کہ یہ کیسی روشنی اور صبح ہے جو افق (آسمان) کو روشن ہی نہیں کر رہی؟ لہذا یہ جھوٹی روشنی و صبح (صبح کاذب) ہے اور **فجر مستطیل** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ طول (لمبائی) میں بڑھتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا عرض (چوڑائی) اصلاً (کچھ بھی) ہوتا ہی نہیں ہے بلکہ اس کا عرض بھی ہوتا ہے مگر یہ عرض (چوڑائی) میں پھیلتی نہیں ہے اس روشنی کی ایک مثال یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جیسے بیچ آسمان میں کپڑے کا سفید تھان کھول دیا گیا ہو کیوں کہ یہ روشنی ستون کی طرح ہوتی ہے اور اس کے نیچے اور دائیں بائیں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر اس کے کچھ دیر بعد ایک اور سفیدی جو پچھلی کے مقابلے کچھ زیادہ روشن ہوتی ہے وہ افق سے نکلتی ہے جو اوپر کی جانب بھی بڑھتی ہے اور عرضا بھی پھیلتی ہے اور یوں پھیلتے پھیلتے صبح کاذب کو اپنے اندر لے کر پورے آسمان میں پھیل جاتی ہے۔

(قولہ: پورب کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے): یعنی مشرق کی جانب جہاں سے آج سورج طلوع ہونے والا ہے۔ یہ بات تقریبی اور سمجھنے کے لئے آسانی کے طور پر فرمائی گئی ہے ورنہ حقیقتاً صبح صادق اس جگہ سے نکلے گی جہاں سورج افق سے نیچے اس وقت ہوگا کیوں کہ اس روشنی کا تعلق بھی سورج سے ہے اور سورج کی روشنی چاہے کسی بھی قسم کی ہو وہ اسی جگہ سے ظاہر ہوگی جہاں اس وقت سورج ہے مگر جو فرق ہوگا وہ نہایت ہی قلیل ہوگا عام طور پاک وہند میں ۸ سے ۱۰ درجے تک کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

(قولہ: جو بعض نے لکھا کہ صبح کاذب کی سپیدی جاکر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے، محض غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا): یہی درست ہے اسی کو اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اختیار فرمایا ہے۔ مزید کلام ان شاءاللہ تعالی ہدایہ کی عبارت کے تحت ذکر کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲: مختار یہ ہے کہ نماز فجر میں صبح صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو اس کا اعتبار کیا جائے اور عشا اور سحری کھانے میں اس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔[30]

(30): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۴۸، ۴۴۷

(قولہ: مختار یہ ہے کہ۔۔۔): قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں اختلاف ہو تو ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے دونوں کی رعایت ہو جائے لہذا اسی وجہ سے یہاں مختار فرمایا تاکہ علماء کرام علیھم الرحمہ کے مابین جو اس میں اختلاف ہے دونوں پر ہی عمل ہو جائے کیوں کہ بعض کے نزدیک صبح صادق کا فقط طلوع ہونا کافی ہے اور بعض کے نزدیک صبح صادق کی روشنی کا پھیل جانا ضروری ہے جیسا کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: اس کے بعد وہ دونوں پہلو سپید (سفید) ہو جاتے ہیں اگرچہ ان کی سپیدی مائل بہ تیرگی (سیاہی) ہوتی ہے اور جنوباً شمالاً اس کا عرض (یعنی چوڑائی) بہت خفیف ہوتا ہے۔اس وضع پر یہ ابتدائے صبح ہے اور اس وقت میں ہمارے مشائخ کرام کو اختلاف ہے: بعض نے اسے صبح قرار دیا اور یہی احوط ہے، اور بعض نے بلحاظ شرط استطارہ وانتشار (یعنی صبح صادق جب ہوگی کہ جب اس کی روشنی آسمان میں پھیل جائے)،اسے بھی صبح کاذب کے حکم میں رکھا اور یہی اوسع ہے۔۔[31]

فائدہ: صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا پینتیس (۳۵) منٹ نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ، اکیس (۲۱) مارچ کو ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ جون کو پورا ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہو جاتا ہے پھر گھٹنا

---

(31): فتاوی رضویہ، ج:۱۰، ص:۵۷۲

شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ (۲۲) ستمبر کو ایک گھنٹا ۱۸ منٹ ہو جاتا ہے، پھر بڑھتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹا ۲۴ منٹ ہوتا ہے، پھر کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۱ مارچ کو وہی ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ ہو جاتا ہے، جو شخص وقت صحیح نہ جانتا ہو اسے چاہیے کہ گرمیوں میں ایک گھنٹا ۴۰ منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے خصوصاً جون جولائی میں اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹا رہنے پر خصوصاً دسمبر جنوری میں اور مارچ و ستمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے، تو سحری ایک گھنٹا چوبیس منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا اس کے آٹھ دس منٹ بعد اذان کہی جائے تاکہ سحری اور اذان دونوں طرف احتیاط رہے، بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو پونے دو گھنٹے پہلے اذان کہہ دیتے ہیں پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں، نہ یہ اذان ہو نہ نماز، بعضوں نے رات کا ساتواں حصہ وقتِ فجر سمجھ رکھا ہے یہ ہر گز صحیح نہیں ماہِ جون و جولائی میں جب کہ دن بڑا ہوتا ہے اور رات تقریباً دس گھنٹے کی ہوتی ہے، ان دنوں تو البتہ وقت صبح رات کا ساتواں حصہ یا اس سے چند منٹ پہلے ہو جاتا ہے، مگر دسمبر جنوری میں جب کہ رات چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے، اس وقت فجر کا وقت

نواں حصہ بلکہ اس سے بھی کم ہو جاتا ہے۔ابتدائے وقت فجر کی شناخت دشوار ہے، خصوصاً جب کہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو لہٰذا ہمیشہ طلوع آفتاب کا خیال رکھے کہ آج جس وقت طلوع ہوا دوسرے دن اسی حساب سے وقت متذکرۂ بالا کے اندر اندر اَذان و نماز فجر ادا کی جائے۔(32)

(قولہ:ان بلاد):ان بلاد سے مکمل بر صغیر مراد نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھ لیا بلکہ اس سے مراد بریلی شریف اور اس کے آس پاس کے علاقے اور شہر وغیرہ مراد ہیں اور اصطلاحا یوں کہیں گے کہ وہ شہر مراد ہیں جو عرض بریلی (یعنی ۲۸ درجہ عرض بلد) پر واقع ہوں۔(33)

(قولہ: گرمیوں میں ایک گھنٹا ۴۰ منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے):یعنی طلوع آفتاب میں ۱ گھنٹہ ۴۰ منٹ باقی ہوں سحری کھانہ بند کردے تاکہ گرمیوں میں جو سب سے زیادہ وقت ۱ گھنٹہ ۳۵ منٹ ہے اس پر مکمل احتیاط سے عمل رہے کیوں کہ سحری ۲، ۴ منٹ پہلے بند کرلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ احتیاط ہے اور اگر بغیر احتیاط کا وقت بتایا جائے تو عوام کی غفلت اور تساہلی ظاہر ہے کہ آخری منٹ کے آخری سیکنڈ تک پانی پینے کی کوشش کرتی ہے۔

---

(32):بہار شریعت،ج:۱،ص:۴۴۸

(33):نصاب توقیت،ص:۱۱۱

اسی طریقے سے مختلف ایام میں کتنی کتنی احتیاط کرنی چاہیے اس کو مزید تفصیل سے بیان فرمایااور یونہی ہم ہر شہر کے لئے نکال سکتے ہیں کہ کس شہر میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتناوقت فجر ہوگااور کتنی کتنی احتیاط ہونی چاہیے

**(قولہ:اس کے آٹھ دس منٹ بعد اذان دی جائے)**: کیوں کہ جو وقت بیان کیا گیا ہے وہ سحری کے اعتبار سے احتیاطی تھا کہ سحری دو چار منٹ پہلے بند کرلی جائے لیکن اذانِ فجر کا فجر کے وقت میں ہونا لازمی ہے تو اس میں احتیاطی وقت اس طرح ہوگا کہ جو سحری بند کرنے کا وقت بیان کیا گیا ہے اس میں آٹھ دس منٹ کا اضافہ کرلیا جائے تاکہ یقینی طور پر وقت فجر شروع ہو جائے اور کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔

**(قولہ:بعضوں نے رات کا ساتواں حصہ وقتِ فجر سمجھ رکھا ہے)**:اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: بعض کتب میں واقع ہوا کہ "صبح" رات کا ساتواں حصہ ہے۔اسے لوگ ہر موسم میں وہر مقام کے لیے عام سمجھ لیے حالانکہ جن عالم نے ایسا فرمایا وہ اُس موسم اور اس عرض بلد کے لیے خاص تھا ورنہ یقیناً صبح ہمارے بلاد (ہندوستان کے شہروں) میں رات کے چھٹے حصے سے دسویں حصے تک ہوتی ہے جس کی مفصل جدول فقیر نے اپنے فتاوی میں لکھی ہے۔اس ماہ مبارک میں بھی صبح رات کے نویں حصے سے دسویں حصے تک

ہے، جو لوگ ساتواں حصہ لگائیں گے وہ آپ ہی رات کو دن بنائیں گے۔[34]

اور صاحب بہار شریعت نے جو آگے وضاحت فرمائی ہے وہ بھی ان کے آس پاس کے شہروں کے اعتبار سے ہے جیسے ماقبل میں تھا و گرنہ بڑے عرض بلاد جیسے برطانیہ کی کیفیت دوسری ہوگی جس کی مکمل تفصیل کے لئے علم توقیت حاصل کیجیے۔

## نورالایضاح

وَقْتُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ إِلیٰ قُبَيْلِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ[35]

ترجمہ: صبح (فجر) کی نماز کا وقت فجرِ صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے طلوع ہونے سے کچھ لمحے پہلے تک ہے۔

(قوله: قُبَيْلِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ): اس عبارت اور دیگر عبارتوں میں تضاد نہیں ہے کہ دیگر طلوعِ شمس تک وقت فجر فرمارہے ہیں اور علامہ شرنبلالی علیہ الرحمہ اس سے کچھ پہلے تک بلکہ ان کی مراد بھی یہی کہ طلوع شمس سے ایک پچھلا لمحہ جو متصل ہے اس پر وقت فجر کی انتہا ہو جاتی ہے مگر وقت فجر کی انتہا اور طلوع شمس ایک ساتھ ہی ہو جاتے ہیں جن میں تفاوت و امتیاز نہیں لہذا دونوں کو ایک ساتھ ہی تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ جیسے زمانہ حال کے بارے میں کہا

---

(34): فتاوی رضویہ، ج:۱۰، ص:۵۷۱

(35): نورالایضاح، ص:۱۰۸

جاتا ہے کہ یہ ماضی کے آخری لمحے اور مستقبل کے پہلے لمحے میں پایا جاتا ہے خارج میں اس کا وجود نہیں اس کا وجود فقط ذہنی ہے[36] اور اسی طرح اسم اشارہ متوسط (ذاك) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے بلکہ فقط اعتباری ہے اسی وجہ سے بعض نے تو اسم اشارہ للمتوسط کا کلیۃ انکار کیا ہے۔[37]

### الهدایه

أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ الثَّانِي وَهُوَ الْبَيَاضُ الْمُعْتَرِضُ فِي الْأُفُقِ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ "لِحَدِيثِ إِمَامَةِ جِبْرِيلَ عليه السلام فَإِنَّهُ أَمَّ رَسُولَ اللهِ عليه الصلاة والسلام فِيهَا فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ وَفِي الْيَوْمِ الثَّانِي حِينَ أَسْفَرَ جِدًّا وَكَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَطْلُعَ ثُمَّ قَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ " مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ وَقْتٌ لَكَ وَلِأُمَّتِكَ " وَلَا مُعْتَبَرٌ بِالْفَجْرِ الْكَاذِبِ وَهُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي يَبْدُو طُولًا ثُمَّ يَعْقُبُهُ الظَّلَامُ لِقَوْلِهِ عليه الصلاة

---

(36): مختصر المعانی، ص: ۲۱۰
(37): مختصر المعانی، ص: ۱۲۱
الصافیہ فی توضیح الکافیہ، ص: ۴۳۱

والسلام " لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ وَإِنَّمَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيرُ فِي الْأُفُقِ "أي الْمُنْتَشِرُ فِيهَا "[38]

ترجمہ: فجر کے وقت کی ابتدا فجرِ ثانی کا طلوع ہونا ہے اور فجرِ ثانی ایسی سفیدی ہے جو افق پر عارض (نمودار/ظاہر) ہوتی ہے اور اس کا آخری وقت اس وقت تک ہے کہ جب تک سورج طلوع نہ ہو۔اس کی دلیل حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث ہے کہ انہوں نے پہلے دن فجر (صادق) کے طلوع ہونے کے وقت اور دوسرے دن خوب روشنی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت فرمائی کہ (دوسرے دن) قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے۔پھر حدیث کے آخر میں ارشاد فرمایا: ان دونوں وقتوں کے درمیان آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے (فجر کی نماز کا) وقت ہے۔اور (فجر کی نماز میں) فجر کاذب کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور فجر کاذب ایسی سفیدی کو کہتے ہیں جو طول میں ابتدا کرتی ہے اور [39] اس کے عقب میں (یعنی پیچھے) اندھیرا ہوتا ہے۔اس (فجر کاذب کے معتبر نہ ہونے) کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان: بلال کی اذان تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی فجر مستطیل۔اور بہر حال فجر (صادق) افق میں مستطیر یعنی منتشر (پھیلی) ہوتی ہے۔

---

(38): ہدایہ، ج:۱۔ص:۲۵۳-۲۵۵

(39): عبارت کے اس انداز میں ترجمہ کرنے کی وجہ جاننے کے لئے آگے شرح ملاحظہ کیجیے

تشریح:

**(قوله: لحديث إمامة جبريل عليه السلام):** امامت جبرائیل والی حدیث پاک کا نمازوں کے اوقات کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور آگے بھی عبارات میں اس کا صراحتا و اشارتا ذکر ہوگا لہذا ہم یہاں اسے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی تشریح کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں اگرچہ یہ تفصیلا ہے مگر بہت ہی جامع اور بہت ہی مفید ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ-صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: "أَمَّنِي جِبْرِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ، وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ حِينَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ، وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! هٰذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مَنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوبار حضرت جبریل نے بیت اللہ کے پاس میری امامت کی[۱] جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمہ کی برابر ہوا تو مجھے ظہر پڑھائی[۲] اور جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا تو مجھے

عصر پڑھائی ۳ اور مجھے مغرب پڑھائی جب روزے دار افطار کرتا ہے ۴ جب شفق غائب ہو گئی تو مجھے عشا پڑھائی ۵ اور مجھے فجر پڑھائی جب روزے دار پر کھانا پینا حرام ہوتا ہے ٦ پھر جب کل ہوئی تو جب چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تو مجھے ظہر پڑھائی ۷ اور جب ہر چیز کا سایہ دگنا ہو گیا تو مجھے عصر پڑھائی ۸ اور مجھے مغرب پڑھائی جب روزے دار افطار کرتا ہے ۹ اور مجھے عشا تہائی رات میں پڑھائی اور مجھے اجالا کر کے فجر پڑھائی پھر میری طرف متوجہ ہوئے پھر عرض کی اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۰ یہ آپ سے پہلے نبیوں کے اوقات ہیں ۱۱ اور ان وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے ۱۲ [(40)]

شرح: ۱ یعنی شبِ معراج کے سویرے جبریل امین نے دو دن مجھے نماز پڑھائی سب سے پہلے ظہر پڑھائی۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل حضور کے استاد نہیں بلکہ خادم ہیں، یہ نماز پڑھانا پیغامِ الٰہی پہنچانے کے لئے تھا۔ یہ عملی رسالت تھی جو ادا کی اور کبھی مقتدی امام سے افضل ہوتا ہے۔ حضور نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے نماز فجر پڑھی حالانکہ حضور نبی تھے وہ امتی، نیز اس امامت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز درست ہے کیونکہ آج یہ نمازیں حضرت جبریل پر فرض ہو گئی تھیں، جب رب نے انہیں یہ حکم دیا تو فرض ہو گئیں۔ یہ واقعہ بیت اللہ کے دروازے سے متصل ہوا جہاں اب بھی لوگ نفل پڑھتے

---

(40): سنن ابوداود، ج:۱، ص:۲۹۳، الرقم:۳۹۳
سنن ترمذی، ج:۱، ص:۱۹۵، الرقم:۱۴۹

ہیں، یہاں حوض کی طرح جگہ نیچی ہے، غسلِ کعبہ کے وقت یہاں ہی زمزم بھرا جاتا ہے۔یہ بھی خیال رہے کہ حضرت جبریل کی یہ تعلیم امت کے لئے تھی نہ کہ حضور کے لئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز کا طریقہ اس کے اوقات اوّل سے ہی جانتے تھے پہلی وحی جب آئی تو آپ غار حرا میں معتکف تھے، نیز معراج کو جاتے وقت بیت المقدس میں سارے رسولوں کو نماز پڑھا کر گئے، پھر بیت المعمور میں سارے فرشتوں کو نماز پڑھائی وہ تو نبیوں اور فرشتوں کے امام ہیں مگر امت کو تعلیم احکام کے نزول کے بعد ہوتی ہے۔

۲؎ یعنی اس دن آفتاب ڈھلنے پر انسان کا سایہ جوتہ کے تسمہ کے برابر تھا کیونکہ گرمی کا موسم تھا یہ سایہ موسموں کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔خیال رہے کہ یہاں سایہ سے مراد عام انسانوں کا سایہ ہے نہ کہ حضور کا سایہ، نہ حضرت جبریل کا کہ یہ دونوں نور ہیں نور کا سایہ نہیں ہوتا، حضور کا سایہ نہ تھا اگرچہ سارے عالم پر انہیں کا سایہ ہے۔اس کی تحقیق ہماری کتاب رسالہ "نور" میں دیکھو۔

۳؎ اس حدیث سے امام شافعی و صاحبین نے دلیل پکڑی کہ ایک مثل پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ہمارے امام اعظم کے نزدیک دو مثل پر ہوتا ہے۔مگر یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں سایہ اصلی کا ذکر نہیں، حالانکہ ان بزرگوں کے نزدیک بھی عصر کا وقت سایہ اصلی کے سواء ایک مثل سایہ ہونے پر ہوتا ہے۔حق یہ ہے کہ اوقات کی یہ حدیث منسوخ ہے، جیسے کہ اس دن ہر نماز دو رکعت تھی ایسے ہی اس دن اوقات نماز یہ تھے، بعد میں نمازوں

کی رکعتوں میں بھی زیادتی ہوئی اوراوقات میں بھی تبدیلی۔ان شاءاللہ اس کی تحقیق اگلے باب میں ہو گی اور ہماری کتاب "جاءالحق" حصہ دوم میں بھی ملاحظہ کرو۔اس کی ناسخ احادیث کا بھی ذکر آرہاہے۔

۴؎ یعنی آج کل جس وقت افطار ہوتا ہے اس وقت مغرب پڑھائی سورج ڈوبتے ہی،ورنہ اس دن نہ روزہ فرض تھانہ افطار تھا۔روزے بعد ہجرت فرض ہوئے لہذا حدیث پر اعتراض نہیں۔

۵؎ اس کا وہی مطلب ہے جواوپر بیان ہوا یعنی غروب آفتاب کی سرخی کے بعد وہ سفیدی شفق ہے اس کے چھپنے پر وقت عشا ہو جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے جیسا کہ ان شاءاللہ اگلے باب میں آرہاہے۔

۶؎ اس کا وہ ہی مطلب ہے جواوپر بیان ہوا یعنی آج کل جب پو پھٹنے (صبح صادق) پر روزہ دار کو کھانا پینا حرام ہوتا ہے اس وقت نماز فجر پڑھائی ورنہ اس وقت نہ روزے تھے نہ سحری وافطار۔

۷؎ ظاہر یہ ہے کہ آج ظہر اس وقت پڑھائی جس وقت کل عصر پڑھائی تھی،یعنی ایک مثل سایہ پر۔لہذا یہ حدیث بالا تفاق منسوخ ہے۔کسی کا مذہب یہ نہیں کہ ظہر کا آخر اور عصر کا اول بالکل ایک وقت ہے،سب کے نزدیک ظہر کے بعد عصر کا وقت ہوتا ہے۔بعض نے فرمایا کہ یہاں تقریبی وقت مراد ہے یعنی قریباً ایک مثل سایہ تھا ایک مثل سے کچھ ہی پہلے۔بعض نے

فرمایا کہ نماز ظہر ختم ہونے پر ایک مثل ہوا نہ کہ شروع پر۔ بعض نے فرمایا کہ ایک مثل مع سایہ اصلی کے مراد ہے، یعنی کل عصر پڑھائی ایک مثل پر، علاوہ سایہ اصلی کے اوپر، آج ظہر پڑھائی ایک مثل مع سایہ اصلی کے۔ غرض کہ یہ حدیث مشکلات میں سے ہے حق یہ ہے کہ منسوخ ہے۔

۸۔ یہ خبر بھی بالاتفاق منسوخ ہے کیونکہ سب کے نزدیک وقت عصر آفتاب چھپنے پر ختم ہوتا ہے نہ کہ سایہ دوگنا ہونے پر بلکہ امام اعظم کے ہاں اس وقت عصر شروع ہوتی ہے۔

۹۔ یعنی مغرب دودن ایک ہی وقت پڑھائی، امام شافعی ومالک کا یہ ہی قول ہے۔ مگر ہمارے ہاں یہ حدیث ہی منسوخ ہے۔ پچھلی حدیث میں گزر گیا کہ حضور نے دوسرے دن مغرب شفق غائب ہونے سے کچھ پہلے پڑھائی۔ اگر وقت مغرب صرف اداء نماز کے بقدر ہوتا تو اس تاخیر کے کیا معنی ہیں؟ اور وہ حدیث اس کے بعد کی ہے کیونکہ آج تو اسلام کی پہلی نمازیں ادا ہو رہی ہیں۔

۱۰۔ یہ کلمہ حضور انکسار کے طور پر اپنے الفاظ میں ادا فرما رہے ہیں ورنہ حضرت جبریل نے نہایت ادب سے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ یا حبیب اللہ، جیسے آج کوئی عالم کہے کہ مجھے جلسہ والوں نے کہا کہ تو بھی کچھ کہہ حالانکہ جلسے والے ادب سے عرض کرتے ہیں۔ حضرت جبریل صرف نام شریف لے کر کیسے پکار سکتے ہیں یہ تو حکم قرآنی کے خلاف ہے، رب فرماتا ہے: "لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ" الایۃ۔ ۱۱۔ یعنی ان نمازوں میں سے جس نبی نے جو نماز پڑھی

وہ ان ہی وقتوں میں پڑھی۔خیال رہے کہ کسی نبی پر یہ پانچ نمازیں جمع نہ ہوئیں یہ اجتماع حضور کی امت کی خصوصیت ہے،لہذا حدیث صاف ہے بلکہ ابوداؤد، بیہقی،ابن ابی شیبہ کہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ نمازعشاتم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی،ہوسکتا ہے کہ یہ نماز بعض انبیاء نے پڑھی ہوں ان کی امت پر فرض نہ ہو جیسے آج نماز تہجد ہمارے حضور پر فرض تھی ہم پر فرض نہیں۔طحاوی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نماز فجر حضرت آدم نے پڑھی جب توبہ قبول ہوئی، نماز ظہر حضرت ابراہیم نے پڑھی حضرت اسماعیل کا فدیہ دنبہ آنے پر، نماز عصر حضرت عزیر نے پڑھی جب سو برس کے بعد آپ زندہ ہوئے، نماز مغرب حضرت داؤد نے پڑھی اپنی توبہ قبول ہونے پر، مگر چار رکعت کی نیت باندھی تھی تین رکعت پر سلام پھیر دیا تھک گئے تھے لہذا تین ہی رہ گئیں، نماز عشا ہمارے حضور نے پڑھی۔بعض نے فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے پڑھی جب آگ لینے طور پر گئے، خیریت سے نبوت لے کر آئے،بیوی صاحبہ کو بخیریت پایا کہ بچہ پیدا ہو چکا تھا۔واللہ اعلم! ۱۲ ظاہر یہ ہے کہ ان دو دنوں میں صرف حضور نے حضرت جبریل کے ساتھ نمازیں پڑھیں ان میں صحابہ ساتھ نہ تھے جیسا کہ اَمَّنِیْ سے معلوم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھ کر پڑھنے کا حکم دیتے تھے یا حضور بطور نفل حضرت جبریل کے ساتھ پڑھتے رہے اور بعد میں صحابہ کو پڑھاتے رہے۔خیال رہے کہ معراج کے سویرے نماز فجر نہ پڑھی گئی نہ قضاء کی گئی کیونکہ قانون بیان سے پہلے عمل کے لائق نہیں ہوا، معراج کی رات نماز فرض ہوئی

اور پہلے ظہر پڑھی گئی لہذا آج چار نمازیں ہوئیں پھر پانچ اس کی تحقیق ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" وغیرہ میں دیکھو۔(41)

**(قولہ: ثم یعقبہ الظلام):** اس عبارت کو ۲ معانی ہو سکتے ہیں:

۱: اس سے مراد یہ ہو کہ صبح کاذب بعد میں تاریکی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ مشاہدہ اور فلکیات کی رو سے باطل ہے۔

۲: اس سے مراد یہ ہو کہ اس کے عقب یعنی اس کے پیچھے یعنی افق میں اس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے اور لفظ **ثم** تراخی کے لئے نہ ہو بلکہ فقط جمع کے لئے ہو اور یہ معنی و مراد سو فیصد درست ہے۔

**ظُنُّوا الْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا** یعنی: مومنوں سے بہتر گمان رکھو۔ عام مسلمانوں کے لئے ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ان کی باتوں کو اچھے معنی پر محمول کریں تو جو علماء کرام ہیں اور ہمارے امام ہیں ان کی عبارت کو اچھے معنی پر محمول کرنا ہم پر مثلِ واجب و لازم ہے لہذا یہاں سے وہی دوسرے معنی مراد ہوں گے اور اسی کی تائید بہار شریعت کی ماقبل والی عبارت کر رہی ہے اور یہی امام اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: بعض کتب میں ''صبح کاذب'' کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ "یَعْقُبُہ ظُلْمَۃٌ فَالْاُفُقُ یُکَذِّبُہ" یعنی اس کے عقب میں ظلمت (تاریکی، سیاہی) ہوتی

---

(41): مرآۃ المناجیح، ج:۱، ص:۳۶۲-۳۶۴

ہے۔یہ سپیدی تو کہہ رہی ہے صبح ہو گئی،افق''اس کی تکذیب کرتی ہے لہذا اسے ''صبح کاذب'' کہتے ہیں۔اس کے معنی علمائے زمانہ قریب نے یہ سمجھ لیے کہ ''صبح کاذب کی سپیدی جا کر اس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے پھر صبح صادق نکلتی ہے حالانکہ یہ محض باطل ہے۔''صبح کاذب کی سپیدی جہاں شروع ہوتی ہے وہ اخیر تک بڑھتی ہی جاتی ہے ہر گز غروب آفتاب تک وہاں تاریکی نہیں آتی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ **صبح کاذب** کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے عقب میں اس کے پیچھے یعنی افق میں اس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے،جب **صبح صادق** پھیلتی ہے یہ تاریکی بھی روشنی سے بدل جاتی ہے۔[42]

---

(42):فتاوی رضویہ،ج:۱۰۔ص:۵۷۰

# نماز ظہر و جمعہ

## بہارِ شریعت

وقت ظہر و جمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے، کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے۔[43]

(قولہ: ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے): یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ دو چند ہونے سے مراد اس شے کا سائے کا دگنا ہونا ہے نا کہ سایہ اصلی کا دگنا ہونا مراد ہے۔

مثال کے طور پر اگر ہم ایک فٹ کی چیز کھڑی کریں اور اس کا سایہ اصلی ڈیڑھ[44] فٹ ہو تو دو مثل سایہ ساڑے ۳ فٹ سائے پر ہو گا(1.5+1+1=3.5)

مزید مثالیں دیکھیے کہ جب کوئی چیز ا فٹ ہو تو

| سایہ اصلی(گنا) | مثل اول | مثل ثانی |
|---|---|---|
| 0 | 1 | 2 |
| 0.25 | 1.25 | 2.25 |
| 1.5 | 2.5 | 3.5 |

(43): بہارِ شریعت، ج:ا، ص:۴۴۹

(44): سایہ اصلی کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے متعلق مکمل تفصیل کچھ صفحات بعد آ رہی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 2 | 3 | 4 |
| 4 | 5 | 6 |

اب ایک اور مثال پاکستان کی موسم گرما کی دیکھیے جس میں کھڑی کی گئی چیز ۴ فٹ کی ہے:
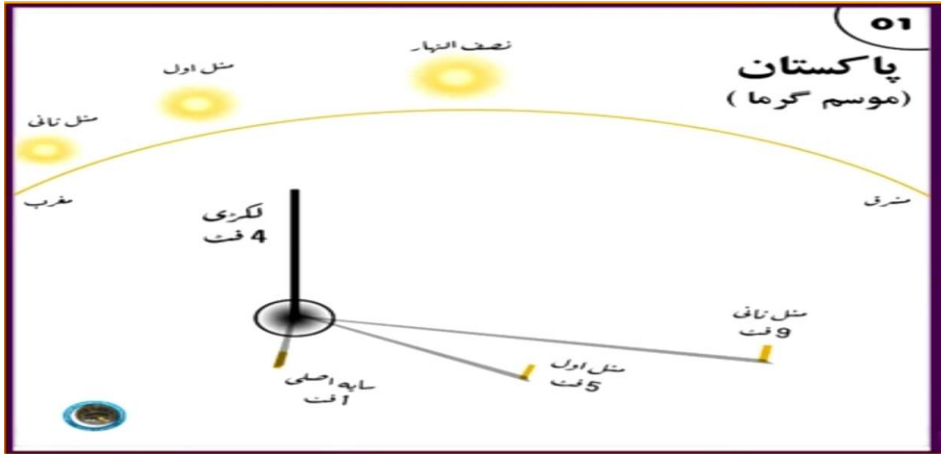
اور ماضی قریب میں جو بعض حضرات نے سایہ اصلی کے دگنا ہونے کی بات کی ہے وہ سراسر غلط ہے اور پھر اہل علم حضرات کے توجہ دلانے پر رجوع نہ کرنا اور مزید اصرار کرنا یقینا بہت ہی مذموم فعل ہے۔ فقہ کے متون، شروحات، حواشی کے کلیۃ منافی ہے اس کے لئے بطور مثال اگلی ۲ کتابوں کے حوالے ہی کافی ہیں اور جیسے کہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ظہر کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت کسی چیز

کا جتنا سایہ ہوتا ہے اس کے علاوہ اسی چیز کا دوگنا سایہ ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے[45]

اور اگر علم توقیت کی کتابوں میں اور فتاوی رضویہ شریف کی پانچویں جلد میں وقت عصر کا قاعدہ اور مثالوں پر غور و فکر کیا جائے تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اگر ہم سایہ اصلی کا دگنا ہونا مراد لیں تو انتہائے ظہر اور ابتدائے عصر کا وقت ہی یکسر تبدیل ہو جائے گا۔اس کی ایک آسان سی مثال یوں لیجیے کہ جب یہ کہا جائے کہ سایہ اصلی کا دگنا ہونا مانا جائے گا اور اس شے کا سایہ ایک دفعہ لیں گے تو اس صورت میں وہ مقام جہاں سایہ اصلی کچھ بھی نہیں ہو گا یعنی ۰ صفر ہو گا جیسا کہ مکہ شریف کی بعض تاریخوں میں سایہ اصلی بالکل بھی نہیں تو وہاں پر مثل اول و ثانی و ثالث و عاشر سب ایک ہی وقت میں ہوں گے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی افٹ کی چیز کھڑی کی جائے اور جب اس کا سایہ اصلی ۰ صفر ہو گا تو اس صورت میں مثل اول کے وقت بھی سایہ افٹ ہی ہو گا اور یہی مثل ثانی و ثالث و عاشر میں ہو گا کہ جب سایہ اصلی ہی اصلی صفر ہے تو جمع کرنے میں جواب وہی رہے گا(1=0+0+1)

| سایہ اصلی (گنا) | مثل اول | مثل ثانی | مثل ثالث |
|---|---|---|---|
| 0 | 1+0=1 | 1+0+0=1 | 1+0+0+0=1 |

---

(45):انوار شریعت، ص:۳۳

اوراس میں مزید ایک اور خرابی لازم آئے گی۔وہ یہ کہ اگرمان بھی لیں کہ 1 فٹ سائے پر مثل ثانی ہو جائے گا تو نتیجہ یہ نکلے گا ظہر کا وقت چھوٹا ہو جائے گا اور حدیث پاک کا حکم ابردوا عن الظھر [46] اس پر بھی عمل نہیں ہو سکے گا۔یہ فقط ہم نے مختصر اور آسان انداز میں بیان کر دیا ہے مزید وضاحت کے لئے علم توقیت کی باریکیاں جاننی ہوں گی۔تو اسی سے ظاہر ہے کہ جو عالم توقیت نہ ہو اسے اس میں کلام کرنا اور اہل علم کا اس پر توجہ دلانے کے باوجود بھی نہ ماننا بہت بڑی غلطی ہے ،اگر اس کی باریکیوں کا اندازہ کرنا چاہیں تو فتاوی رضویہ شریف ج:۵ کے صفحہ نمبر ۱۵۵ کا مطالعہ کر لیجیے یہی ایک صفحہ باریکیوں اور ذہن کو کھول دینے کے لئے کافی ہے! فافھم وتدبر۔

فائدہ: ہر دن کا سایہ اصلی وہ سایہ ہے، کہ اس دن آفتاب کے خط نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے، دن جتنا گھٹتا ہے، سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے، سایہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی جاڑوں (سردیوں) میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم اور ان شہروں میں کہ خط استوا کے قرب میں واقع ہیں، کم ہوتا ہے، بلکہ بعض جگہ بعض موسم میں بالکل ہوتا

---

(46): مصنف عبدالرزاق، ج:۲، ص:۲۴۳

ہی نہیں جب آفتاب بالکل سمت راس پر ہوتا ہے، چنانچہ موسم سرما ماہ دسمبر میں ہمارے ملک کے عرض البلد پر کہ ۲۸ درجہ کے قریب پر واقع ہے، ساڑھے آٹھ قدم سے زائد یعنی سوائے کے قریب سایہ اصلی ہو جاتا ہے اور مکہ معظمہ میں جو ۲۱ درجہ پر واقع ہے، ان دنوں میں سات قدم سے کچھ ہی زائد ہوتا ہے، اس سے زائد پھر نہیں ہوتا اسی طرح موسم گرما میں مکہ معظمہ میں ۲۷ مئی سے ۳۰ مئی تک دوپہر کے وقت بالکل سایہ نہیں ہوتا، اس کے بعد پھر وہ سایہ الٹا ظاہر ہوتا ہے ،یعنی سایہ جو شمال کو پڑتا تھا اب مکہ معظمہ میں جنوب کو ہوتا ہے اور ۲۲ جون تک پاو قدم تک بڑھ کر پھر گھٹتا ہے، یہاں تک کہ پندرہ جولائی سے اٹھارہ جولائی تک پھر معدوم ہو جاتا ہے، اس کے بعد پھر شمال کی طرف ظاہر ہوتا ہے اور ہمارے ملک میں نہ کبھی جنوب میں پڑتا ہے نہ کبھی معدوم ہوتا بلکہ سب سے کم سایہ ۲۲ جون کو نصف قدم باقی رہتا ہے۔(ازافادات رضویہ)[47]

(قولہ: سایہ اصلی۔۔۔۔۔): سایہ اصلی کے حوالے سے بہت جامع گفتگو فرمائی کہ بعض حضرات یہی سمجھتے ہیں کہ بس سایہ اصلی تھوڑا سا ہی ہوتا ہے حالانکہ ایسا درست نہیں ہے

(47): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۴۹

کیوں کہ بعض اوقات سایہ اصلی ہوتا ہی نہیں ہے اور بعض اوقات تھوڑا ہوتا اور بعض دفعہ کئی گنا جیسے ہمارے سندھ کے شہروں میں 1/4 (چوتھائی) سے لیکر پونے دو گنا تک پہنچ جاتا ہے اور برطانیہ میں صرف سایہ اصلی ہی ۴ گنا کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

## خط نصف النہار:

یہ علم ہیئت و فلکیات کی اصطلاح ہے جس کی تعریف یہ ہے: ایسا خط مستقیم (سیدھی لائن) جو نقطہ شمال و نقطہ جنوب سے ملا ہوا ہو۔[48]

## خط استوا:

یہ بھی اصطلاح ہے جس کی تعریف کچھ اس طرح ہے (یہ آسان اور سمجھنے کے اعتبار سے ہے ورنہ حقیقی تعریف میں کچھ مزید تفصیل ہے): زمین کے بیچ و بیچ مشرق سے مغرب ایک فرضی خط تصور کیا گیا ہے اسے خط استوا کہتے ہیں۔[49]

## سمت الرأس:

اگر ہمارے سر کے بیچ و بیچ ایک (فرضی) خط مستقیم (سیدھی لائن) آسمانوں کی طرف بلند کیا جائے تو یہ سمت الرأس کہلاتا ہے۔[50]

---

(48): توضیح الافلاک ص: ۳۲، تسہیلاً
(49): نصاب توقیت، ص: ۲۷ ماخوذاً
(50): نصاب توقیت ص: ۳۲

(قولہ: ساڑھے آٹھ قدم سے زائد یعنی سوائے کے قریب سایہ اصلی ہو جاتا ہے): آٹھ قدم سے زائد سایہ کو سواگنا کے قریب سایہ ہونا بیان فرمایا ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سائے کو ناپنے کا ایک طریقہ اپنے ہی قد کے ذریعے ناپنا بھی ہے کیوں کہ انسان کا قد اس کے ۷ قدم کے برابر ہوتا ہے[51] تو اگر سایہ ۷ قدم ہو تو سایہ ایک گنا ہوا، اگر ساڑے ۱۰ قدم ہو تو ڈیڑھ گنا ہوا اور اس سے کم زیادہ ہو تو اسی طریقے سے جانا جا سکتا ہے تو ۸ قدم ایک سے زیادہ اور سوا سے کم ہے مگر ایک ایک کے مقابلے میں سوا سے زیادہ قریب ہے کیوں کہ یہاں سایہ اصلی 1.142 بن رہا ہے لہذا یوں ارشاد فرمایا کہ **ساڑھے آٹھ قدم سے زائد یعنی سوائے کے قریب سایہ اصلی ہو جاتا ہے۔**

(قولہ: ہمارے ملک میں نہ کبھی جنوب میں پڑتا ہے نہ کبھی معدوم ہوتا): سایہ کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے کہ جب سورج کسی مقام سے جانب جنوب ہو تو اس کا سایہ جانب شمال بنتا ہے اور جب جانب شمال ہو تو سایہ جانب جنوب اور یونہی جب جانب مشرق ہو تو سایہ جانب مغرب اور جب جانب مغرب ہو تو سایہ جانب مشرق اور جب عین سمت الرأس پر ہو تو اس وقت کوئی سایہ نہیں بنتا جیسا کہ مکہ شریف کے بعض دنوں میں اور سایہ کے بڑے چھوٹے ہونے کا اعتبار سورج کی اس مقام سے دوری ہے یعنی سورج جتنا زیادہ دور ہو گا سایہ اتنا ہی لمبا

---

(51): جد الممتار، ج:۳، ص:۱۲

ہوگا جیسے ہم نے برطانیہ کی مثال دی اور جتنا قریب ہوگا سایہ اتنا ہی چھوٹا۔

فائدہ: آفتاب ڈھلنے کی پہچان یہ ہے کہ برابر زمین میں ہموار لکڑی اس طرح سیدھی نصب کریں کہ مشرق یا مغرب کو اصلا جھکی نہ ہو آفتاب جتنا بلند ہوتا جائے گا، اس لکڑی کا سایہ کم ہوتا جائے گا، جب کم ہونا موقوف ہو جائے، تو اس وقت خط نصف النہار پر پہنچا اور اس وقت کا سایہ سایہ اصلی ہے، اس کے بعد بڑھنا شروع ہوگا اور یہ دلیل ہے، کہ خط نصف النہار سے متجاوز ہوا اب ظہر کا وقت ہوا یہ ایک تخمینہ ہے اس لیے کہ سایہ کا کم و بیش ہونا خصوصاً موسم گرما میں جلد متمیز نہیں ہوتا، اس سے بہتر طریقہ خط نصف النہار کا ہے کہ ہموار زمین میں نہایت صحیح کمپاس سے سوئی کی سیدھ پر خط نصف النہار کھینچ دیں اور ان ملکوں میں اس خط کے جنوبی کنارے پر کوئی مخروطی (تکونی/نوکیلی چیز/جسے تراشا گیا ہو) شکل کی نہایت باریک نوک دار لکڑی خوب سیدھی نصب کریں کہ شرق یا غرب کو اصلا نہ جھکی ہو اور وہ خط نصف النہار اس کے قاعدے کے عین وسط میں ہو۔ جب اس کی نوک کا سایہ اس خط پر منطبق ہو ٹھیک دوپہر ہو گیا، جب بال برابر پورب کو جھکے دوپہر ڈھل گیا،

## ظہر کا وقت آگیا۔(52)

(قولہ: فائدہ): ان دونوں طریقہ کار سے ایک اور آسان طریقہ بھی ہے جس میں ہم سے غلطی ہونے کا احتمال بھی بہت کم ہے جب کہ مذکورہ طریقوں پر اگر مشق نہ ہو تو غلطی کا احتمال زیادہ ہے۔ایک دفعہ کسی ماہر عالم توقیت سے یا مصدقہ ذرائع سے وقت نصف النہار یعنی وقتِ ابتدائے ظہر معلوم کر لیں اور کسی ہموار جگہ (یعنی جو بالکل سیدھی ہو اس زمین میں نشیب و فراز نہ ہو) میں کسی شے کو سیدھا کھڑا کریں جو کسی بھی جانب ذرا سی بھی جھکی ہوئی نہ ہو اور ٹھیک وقت نصف النہار جو اس کا سایہ بنے اس کے اوپر احتیاط سے لائن کھینچ دیں، اب جو آپ کو خط حاصل ہوا ہے وہ وہی خط نصف النہار ہے۔اب بعد میں کبھی معلوم کرنا چاہیں تو اس خط پر کوئی شے پہلے کی طرح ہی کھڑی کریں اگر اس کا سایہ مکمل طور پر اسی خط پر ہو تو اس کا مطلب عین نصف النہار کا وقت ہے اور اگر تھوڑا سا بھی مشرق کی جانب ہو تو مطلب وقت ظہر اور اگر مغرب کی جانب ہو تو اس کا مطلب ابھی ظہر کا وقت شروع نہیں ہوا ہے۔یہ ظہر کا وقت معلوم کرنے کے عملی اور حسابی طریقوں میں سے ایک عملی طریقہ ہے۔

(قولہ: دوپہر): دن و رات میں آٹھ پہر ہوتے ہیں۔ طلوع آفتاب سے نصف النہار تک

---

(52): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۴۹

۲ پہر ہوتے ہیں اور نصف النہار سے غروب آفتاب تک ۲ پہر پھر غروب آفتاب سے نصف اللیل تک ۲ پہر اور نصف اللیل سے طلوع آفتاب تک ۲ پہر[53]۔اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت شروع ہوتے ہی دوپہر کی انتہا ہو جاتی ہے۔

## نور الایضاح

**وَوَقْتُ الظُّهْرِ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلٰی أَنْ یَّصِیْرَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَیْهِ أَوْ مِثْلِهٖ سِوٰی ظِلِّ الْاِسْتِوَاءِ وَاخْتَارَ الثَّانِیَ الطَّحَاوِیُّ وَهُوَ قَوْلُ الصَّاحِبَیْنِ**[54]

یعنی: ظہر کی نماز کا وقت سورج کے ڈھلنے سے سوائے سایہ اصلی کے ہر چیز کے سائے کے دو مثل یا ایک مثل ہونے تک ہے اور امام طحاوی علیہ الرحمہ نے دوسرا قول اختیار کیا ہے اور یہ صاحبین علیہما الرحمہ کا قول ہے۔

تشریح:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ تصانیف بعض

---

(53): فیروز اللغات، ص: ۳۱۱، توضیحاً

(54): نور الایضاح، ص: ۱۰۹

متاخرین مثل **برہان طرابلسی** و **فیض کرکی** و **در مختار** میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قول امام ہی احوط و اصح اور از روئے دلیل ارجح ہے، عموماً متون مذہب قول امام پر جزم کیے ہیں اور عامہ اجلہ شارحین نے اسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتا بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اسی کی تصحیح کی(55)۔

ایک اور بات یہ بھی کی جاتی ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا تو اس کے جواب میں اسی فتوے کے آخر میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے بہت خوب صورت تحقیق فرمائی ہے جس میں اسی مثل ثانی کے قول کے راجح ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: اور قولِ دو مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہر گز صحیح نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متون مذہب وہی نقل فرما رہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں، **امام محمد** نے **کتاب الاصل** یعنی **مبسوط** میں کہ کتب ظاہر الروایہ سے ہے وہی قول امام لکھا۔ **نہایہ** میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایہ ہے۔ **غایۃ البیان** میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و ماخوذ ہے۔ **محیط** میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ **ینابیع** میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ **شرح مجمع** میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلك فی البحر (یہ سب بحر میں ہے۔ت) تو بعض نقول خاملہ (غیر

---

(55): فتاوی رضویہ، ج:۵، ص:۱۳۲

معروف) مرجوحہ کی بناپر زعمِ رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی سے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلافِ ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلافِ ظاہر الروایہ ہے مرجوع عنہ ہے[56]۔

**هدایه**

وَأَوَّلُ وَقْتِ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ "لِإِمَامَةِ جِبْرِيْلَ علیه السلام فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ" وَآخِرُ وَقْتِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ سِوٰى فَيْءِ الزَّوَالِ وَقَالَا إِذَا صَارَ الظِّلُّ مِثْلَهُ "وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَفَيْءُ الزَّوَالِ هُوَ الْفَيْءُ الَّذِي يَكُونُ لِلْأَشْيَاءِ وَقْتَ الزَّوَالِ لَهُمَا إِمَامَةُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فِي هَذَا الْوَقْتِ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ" وَأَشَدُّ الْحَرِّ فِي دِيَارِهِمْ فِي هَذَا الْوَقْتِ وَإِذَا تَعَارَضَتِ الْآثَارُ لَا يَنْقَضِي الْوَقْتُ بِالشَّكِّ"[57]

یعنی: ظہر کے وقت کی ابتدا سورج ڈھلنے کے وقت ہے اس کی دلیل حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پہلے دن امامت فرمانا ہے جب سورج ڈھلنے لگا۔ اور انتہا امام اعظم علیہ الرحمہ کے

---

(56): فتاوی رضویہ، ج:۵، ص:۱۳۴

(57): ہدایہ، ج:۱، ص:۲۵۶، ۲۵۵

نزدیک جب سایہ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ دو مثل (دگنا) ہو جائے اور صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک جب سایہ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے۔ اور یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی ایک روایت ہے۔ سایہ اصلی: اشیاء کا وہ سایہ جو زوال کے وقت ہو۔ صاحبین کی دلیل حضرت جبرائیل علیہ السلام کا عصر کی نماز کی امامت فرمانا ہے اس (مثل اول) کے وقت میں۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی دلیل حضور ﷺ کا فرمان ہے: ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو پس بے شک گرمی کی شدت جہنم کی شدت سے ہے۔ گرمی کی شدت ان کے شہروں میں اس وقت میں ہوتی ہے اور جب احادیث کا آپس میں تعارض ہو گیا تو (ظہر کا) وقت شک کے سبب ختم نہیں ہو گا۔

تشریح:

ان عبارات کی وضاحت امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی زبانی سنیے: قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اس مذہب مہذب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان المسافر میں ہے[58] کہ ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی ﷺ

---

(58): صحیح بخاری، ص:۲۲۶، الرقم:۶۰۳

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ: (أَبْرِدْ). ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ: (أَبْرِدْ). ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ: (أَبْرِدْ). حَتَّى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُولَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فيح جهنم)

کے ہمراہ رکاب اقدس تھے موذن نے اذان ظہر دینی چاہی، فرمایا: **ابرد** (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر موذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا: **ابرد** (وقت ٹھنڈا کر)، دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا: **ابرد** (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے **حَتّٰی سَاوٰی الظِّلُّ التَّلُوْلَ** یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا، اس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیات گواہ اور خود ائمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دو پہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی[59] میں جس میں حرمین طیبین اور اُن کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی و امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوتے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے ظاہر ہے کہ جب آغاز اس وقت ہو گا تو ٹیلوں کے برابر ہر گز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقینا اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا۔

---

(59): اقلیم یہ ہیئت و فلکیات کی اصطلاح ہے جس میں مخصوص انداز میں زمین کو تقسیم کیا گیا ہے جن کی تعداد ۷ ہے۔ تفصیل کے لئے توضیح الافلاک کا باب اقالیم سبعہ کا مطالعہ فرمائیں۔

اور کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہوگا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہوگا والحمد للہ رب العلمین۔ بالجملہ عند التحقیق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے گا ورنہ علی التنزل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہو گیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائے گا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاجرم (لازمی طور پر) سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز (ابھی تک) وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرے سے ساقط نہ ہوگا اُدھر خلاف صاحبین تھا یہاں خلاف امام وہاں قضاء ادا میں خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر نفس صحت وبطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہئے اور یہ تو بے شمار کتب ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہہ بکراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیفہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کو کوئی نہ ملے گا تو بتقلیدِ صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیلِ صحت متفق علیہا و

رفع کراہت کے لیے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔[60]

(60): فتاوی رضویہ، ج:۵، ص:۱۳۳-۱۳۶

# نماز عصر

## بہار شریعت:

وقت عصر: بعد ختم ہونے وقت ظہر کے یعنی سوا سایہ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے، آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ (متون)

فائدہ: ان بلاد میں وقت عصر کم از کم ایک گھنٹا ۳۵ منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ۶ منٹ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے، ۲۴ اکتوبر تحویل عقرب سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۳۶ منٹ پھر یکم نومبر سے ۱۸ فروری یعنی پونے چار مہینے تک تقریباً ایک گھنٹا ۳۵ منٹ سال میں یہ سب سے چھوٹا وقت عصر ہے، ان بلاد میں عصر کا وقت کبھی اس سے کم نہیں ہوتا، پھر ۱۹ فروری تحویل حوت سے ختم ماہ تک ایک گھنٹا ۳۶ منٹ، پھر مارچ کے ہفتۂ اوّل میں ایک گھنٹا ۳۷ منٹ، ہفتۂ دوم میں ایک گھنٹا ۳۸ منٹ، ہفتۂ سوم میں ایک گھنٹا ۴۰ منٹ، پھر ۲۱ مارچ تحویل حمل سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۴۱ منٹ، پھر اپریل کے ہفتۂ اوّل میں ایک گھنٹا ۴۳ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۵ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۸ منٹ، پھر ۲۰ و ۲۱ اپریل

تحویل ثور سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۵۰ منٹ، پھر مئی کے ہفتۂ اول میں ایک گھنٹا ۵۳ منٹ ،ہفتۂ دوم میں ایک گھنٹا ۵۵ منٹ ،ہفتۂ سوم میں ایک گھنٹا ۵۸ منٹ، پھر ۲۲ و ۲۳ مئی تحویل جوزا سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ایک منٹ، پھر جون کے پہلے ہفتہ میں دو گھنٹے ۳ منٹ، ہفتۂ دوم میں دو گھنٹے ۴ منٹ، ہفتۂ سوم میں دو گھنٹے ۵ منٹ ، پھر ۲۲ جون تحویل سرطان سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ۶ منٹ، پھر ہفتۂ اوّل جولائی میں دو گھنٹے ۵ منٹ ،دوسرے ہفتہ میں دو گھنٹے ۴ منٹ ، تیسرے ہفتہ میں دو گھنٹے دو منٹ ، پھر ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹے ایک منٹ اس کے بعد سے آخر ماہ تک دو گھنٹے، پھر اگست کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۵۸ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۵۵ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۵۱ منٹ، پھر ۲۳ و ۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹا ۵۰ منٹ ، پھر اس کے بعد سے آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۴۸ منٹ، پھر ہفتۂ اول ستمبر میں ایک گھنٹا ۴۶ منٹ ،دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۴ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۲ منٹ ، پھر ۲۳، ۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ایک گھنٹا ۴۱ منٹ ، پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹا ۴۰ منٹ، پھر

ہفتۂ اوّل اکتوبر میں ایک گھنٹا ۳۹ منٹ، ہفتۂ دوم میں ایک گھنٹا ۳۸ منٹ ، ہفتۂ سوم میں ۲۳ اکتوبر تک ایک گھنٹا ۳۷ منٹ، غروب آفتاب سے پیشتر وقت عصر شروع ہوتا ہے۔(از افاداتِ رضویہ)[61]

تشریح:

(قولہ: آفتاب ڈوبنے تک ہے): یعنی دکھائی دینے کے اعتبار سے مکمل طور پر پورے سورج کا ڈوب جانا۔

**بروج:**

فائدہ میں مصنف علیہ الرحمہ نے بروج کے نام ذکر فرمائے ہیں جو کہ بالترتیب یہ ہیں:

برج ۱۲ ہیں: (۱) حمل (۲) ثور (۳) جوزا (۴) سرطان (۵) اسد (۶) سنبلہ (۷) میزان (۸) عقرب (۹) قوس (۱۰) جدی (۱۱) دلو (۱۲) حوت۔[62]

---

(61): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۵۰

(62): توضیح الافلاک، مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ، ص:۱۱۴

## نورالایضاح

وَوَقْتُ الْعَصْرِ: مِنَ ابْتِدَاءِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمِثْلِ أَوِ الْمِثْلَيْنِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ [63]

یعنی: اور عصر کا وقت مثل اول یا مثل ثانی کے بڑھنے کی ابتدا سے غروب شمس تک ہے۔

تشریح:

اگر امام اعظم علیہ الرحمہ کے مؤقف پر عمل کریں تو وقت عصر مثل ثانی سے شروع ہو جائے گا اور اگر صاحبین علیھما الرحمہ کے موقف پر عمل کریں تو مثل اول سے ابتدا ہو گی۔

## هدايه

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ إِذْ خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ عَلَى الْقَوْلَيْنِ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَالَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ " لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا " [64]

یعنی: وقت عصر کی ابتدا: جب ظہر کا وقت نکل جائے دونوں اقوال کی بنیاد کے اعتبار سے

---

(63): نورالایضاح، ص: ۱۱۰،۱۰۹

(64): ہدایہ، ج: ۱، ص: ۲۵۶

اور انتہائے وقت: جب تک سورج غروب نہ ہو جائے اس کی دلیل حضور ﷺ کا فرمان:
جس نے غروب شمس سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت بھی پالی تو تحقیق اس نے نماز عصر پالی۔

تشریح:

(قوله: فقد أدركها): اس عبارت سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے:

### سوال:

مذکورہ حدیث پاک سے تو یہ مفہوم مل رہا ہے کہ اس کی نماز مکمل طور پر صحیح ہو جائے گی چاہے بالکل آخری وقت ہی نہ ہو جب کہ دیگر احادیث میں آخری وقت کے مکروہ ہونے کا بھی فرمایا گیا ہے، تو پھر اس حدیث پاک کا کیا معنی ہے؟

### جواب:

اس سے ملتی جلتی حدیث کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے تفصیلا کلام فرمایا ہے، ہم اسے نقل کر رہے ہیں: کیونکہ اس نے نماز کا وقت پالیا اور اس کی یہ نماز ادا ہو گی نہ کہ قضاء۔ خیال رہے کہ اس بارے میں احادیث متعارض ہیں۔ اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ طلوع و غروب کے وقت نماز صحیح ہے مگر دوسری روایت میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے سخت منع فرمایا، لہذا قیاس شرعی کی ضرورت پڑی جو ان میں سے ایک حدیث کو ترجیح دے۔ قیاس نے حکم دیا کہ اس صورت میں عصر درست ہو گی اور فجر فاسد ہو جائے گی کیونکہ عصر میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے وقت مکروہ بھی آتا ہے یعنی

سورج کا پیلا پڑنا، لہذا یہ شروع بھی ناقص ہوئی اور ختم بھی ناقص، لیکن فجر میں آخر تک وقت کامل ہے اس صورت میں نماز شروع تو کامل ہوئی اور ختم ناقص، لہذا عصر میں اس حدیث پر عمل ہے اور فجر میں ممانعت کی حدیث پر۔اس کی زیادہ تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں دیکھو۔ غرضکہ سورج نکلتے وقت کوئی نماز درست نہیں، اور سورج ڈوبتے وقت اس دن کی عصر جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے[65]۔

---

(65): مرآۃ المناجیح، ج:۱، ص:۳۷۴

# نماز مغرب

**بہار شریعت:**

وقت مغرب: غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔

مسئلہ ۳: شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے، جو جانب مغرب میں سُرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ (ہدایہ، شرح وقایہ، عالمگیری، افاداتِ رضویہ) اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) فقیر نے بھی بکثرت اس کا تجربہ کیا۔

فائدہ: ہر روز کے صبح اور مغرب دونوں کے وقت برابر ہوتے ہیں[66]

تشریح:

سورج کے غروب ہونے کے بعد سورج غروب ہونے کی جگہ کے آس پاس ابتداءً سرخ و سیاہ (لال اور کالے پن) کی ملی ہوئی کیفیت ہوتی ہے جسے مقامی دھندلا پن (Civil

(66): بہار شریعت، ج:۱، ص: ۴۵۰،۴۵۱

(twilight) سے تعبیر کیا جاتا ہے[67]۔اور پھر مزید لال پن ہوتا ہے جو کہ کافی پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سکڑتا رہتا ہے یہاں تک حنفی وقت کے مطابق تقریبا دو تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو یہ غروب ہو جاتا ہے جسے غروب شفق احمر (nautical twilight) کہتے ہیں۔ پھر اس شفق احمر کے بعد سفید پن صبح صادق کی طرح ظاہر ہوتا ہے جسے غروب شفق ابیض (astronomical twilight) کہتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ بھی غروب ہو جاتی ہے۔احناف کے مفتی بہ قول کے مطابق یہ وہ وقت ہے جس پر وقت مغرب کی انتہا اور وقت عشا کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ایک دن کے وقت فجر اور وقت مغرب کا دورانیہ برابر ہوتا ہے یعنی اگر کسی کو وقت مغرب کا اختتام معلوم نہ ہو اور وقت فجر کا دورانیہ معلوم ہو تو اس وقت کو وقت غروب میں جمع کر دے تو اختتامِ وقتِ مغرب حاصل ہو جائے گا۔ جیسے آج وقت فجر کا دورانیہ ۷۷ منٹ تھا اور وقت غروب 6:27 ہے تو ان دونوں کو جمع کیا:

=6:27 + 0:77= 7:44

تو ہمیں وقتِ اختتامِ مغرب یا دوسرے لفظوں میں ابتدائے عشا کا وقت معلوم ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ ہماری نمازوں کے اوقات اس قدر منظم ہیں کہ اگر ہمیں دن کی صرف ۳ نمازوں

(67): تحقیقات امام علم و فن، ص: ۴۳۹

کے اوقات معلوم ہوں تو ہم بقیہ نمازوں کے اوقات مع اوقات مکروہہ نکال سکتے ہیں۔ان شاءاللہ تعالی اس کو تفصیل سے آخر میں بیان کریں گے۔ابھی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔جو کیفیت صبح صادق کی ہوتی ہے وہی بعینہ شفق ابیض کی ہوتی ہے۔

## صبح و شفق اور کیفیتِ مشاہدہ

صبح صادق اور شفق ابیض کا مشاہدہ کرنا دور حاضر میں جو کہ بہت ترقی یافتہ اور روشنیوں کا دور ہے،،بہت مشکل ہے کہ ان کا مشاہدہ کرنے کے لئے ایسے علاقے چاہیے جن میں کوئی لائٹ اور روشنی نہ ہو اور اس شہر سے افق کی جانب بھی کوئی روشن شہر نہ ہو ورنہ ان کا مشاہدہ ہو ہی نہیں سکتا ہے کیوں کہ ان کا مشاہدہ کرنے کے لئے افق کا بالکل تاریک ہونا ضروری ہے یہاں تک کہ موبائل چلانے سے بھی اس کے مشاہدے میں آزمائش ہو سکتی ہے اور جب افق کے جانب بڑے بڑے شہر ہوں تو رات کے وقت آہستہ آہستہ روشنی بڑھتی ہی جاتی ہے کہ روڈ کی لائٹیں (street's lights) بھی جلا دی جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ ممالک جہاں پر بڑی بڑی رصد گاہیں (Observatories) موجود ہوتی ہیں ان کے آس پاس روڈ کی لائٹیں نہیں جلائی جاتیں بلکہ وہاں رات میں گھروں کے باہر کی لائٹ جلانا بھی قانونا جرم ہوتا ہے۔

## سوال:

ہو سکتا ہے یہ سوال ذہن میں آئے کہ جب اتنا اندھیرا ہو گا اور موبائل بھی نہیں دیکھ سکتے ہوں گے تو وقت کیسے معلوم ہو گا کہ ہم نے کتنے بج کر کتنے منٹ پر مشاہدہ کیا؟

**جواب:**

جواباً عرض یہ ہے کہ موبائل کو دیکھنا سببِ آزمائش ہے سننا نہیں، ایسی ایپلیکیشنز موجود ہیں جو ہر منٹ بعد ٹائم بتادیتی ہیں یوں وقت دیکھنے کی حاجت نہیں رہتی اور پچھلے وقتوں میں جب یہ ایپلیکیشنز موجود نہیں تھیں اس وقت لوگوں کو ستاروں کی معلومات ہوا کرتی تھی کہ ستاروں سے ہی وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے اور اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کو اتنی مہارت حاصل تھی کہ سیکنڈ تک کی بھی خطا نہ ہوتی تھی۔

یہ تفصیلی وضاحت اس وجہ سے کی تاکہ مشاہدہ کی کیفیت واضح ہو سکے اور اگر کبھی ہم اپنے شہروں میں رات میں کوئی روشنی دیکھ لیں تو اسے صبح صادق یا شفق ابیض کی روشنی نا سمجھ بیٹھیں کہ ہمارے شہروں میں تو شفق تو کیا غروب کا مشاہدہ کرنا بھی بہت مشکل ہو گیا ہے۔

ایسے شہر جہاں شفق ابیض کا وقت نہیں آتا اس کی وضاحت ہم ان شاء اللہ تعالی وقت عشا کے باب میں کریں گے اور مکمل تفصیل ذکر کریں گے کہ کون سے علاقوں میں کون سے اوقات نماز نہیں آتے؟

## نور الایضاح

وَالْمَغْرِبُ مِنْهُ إِلٰی غُرُوْبِ الشَّفَقِ الْاَحْمَرِ عَلَی الْمُفْتٰی بِہٖ[68]

یعنی: نماز مغرب کا وقت مفتی بہ قول کے مطابق غروب آفتاب سے غروب شفق احمر تک ہے۔

(قولہ: علی المفتی بہ): یہ مصنف علیہ الرحمہ کا مؤقف ہے ورنہ حقیقتاً مفتی بہ قول شفق ابیض کا ہی ہے جیسا کہ ماقبل میں صراحت گزر چکی اور آگے بھی آئیں گی۔ اب ہم یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا فرمان ذکر کرتے ہیں، فرمایا: مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سُرخی غائب ہونے کے تا دیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقتِ مغرب گیا اور عشا آئی۔[69]

## ھدایہ

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ

"وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ مِقْدَارُ مَا يُصَلِّي فِيهِ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ لِأَنَّ جِبْرِيلَ

---

(68): نور الایضاح، ص: ۱۱۰

(69): فتاویٰ رضویہ، ج: ۵، ص: ۱۵۳

عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّ فِي الْيَوْمَيْنِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ.

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " أَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِينَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَآخِرُ وَقْتِهَا حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ " وَمَا رَوَاهُ كَانَ لِلتَّحَرُّزِ عَنِ الْكَرَاهَةِ " ثُمَّ الشَّفَقُ هُوَ الْبَيَاضُ الَّذِي فِي الْأُفُقِ بَعْدَ الْحُمْرَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى وَعِنْدَهُمَا هُوَ الْحُمْرَةُ " وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " الشَّفَقُ الْحُمْرَةُ " وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " وَآخِرُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ إِذَا اسْوَدَّ الْأُفُقُ " وَمَا رَوَاهُ مَوْقُوفٌ عَلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ذَكَرَهُ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللهُ فِي الْمُوَطَّأِ وَفِيهِ اخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ " (70)

یعنی: مغرب کے وقت کی ابتدا جب سورج غروب ہو جائے اور آخری وقت جب تک ہے کہ شفق غروب نہ ہو جائے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کی نماز کا وقت اتنا ہے جس میں ۳ر کعت پڑھی جاسکیں کیوں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دونوں دنوں میں ایک ہی وقت میں امامت فرمائی۔

(70): ہدایہ، ج:۱، ص:۲۵۶-۲۵۸

اور ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: مغرب کے وقت کی ابتدا جب سورج غروب ہو جائے اور آخری وقت جب تک ہے کہ شفق غروب ہو جائے۔اور (امام شافعی والی روایت کی توجیہ یہ ہے کہ) جو (روایت) انہوں نے روایت کی ہے (اس میں حکم) کراہت سے بچنے کے لئے ہے۔ پھر شفق وہ سفیدی ہے جو لال پن کے بعد افق میں ظاہر ہوتی ہے یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کا مؤقف ہے اور صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک شفق یہ لال پن ہی ہے۔اور یہ امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک روایت بھی ہے اور یہی امام شافعی علیہ الرحمہ کا (ایک اور) قول ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے: شفق لال پن ہی ہے اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: انتہاءِ مغرب جب ہے کہ افق کالا ہو جائے اور جو امام شافعی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے وہ حضرت ابن عمر علیہما الرحمہ پر موقوف ہے جس کو امام مالک علیہ الرحمہ نے موطا میں روایت کیا ہے اور اس مسئلے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اختلاف ہے۔

تشریح:

**(قوله:أم فی الیومین فی وقت واحد):** یعنی امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس طرح استدلال فرمایا کہ جب دونوں دن ایک ہی وقت میں نماز ہوئی تو ابتداء وانتہاء کا وقت ایک ہی ہوا

کیوں کہ اگر ابتداء وانتہاء الگ ہوتے تو لازما دونوں دنوں میں وقت نماز تبدیل ہوتا[71] مگر یہاں ایسا نہیں تو اب وقت نماز اتنا ہی مانا جائے گا جس میں فرض اور سنت موکدہ مع وضو مسنون طریقے سے ادا کیے جاسکیں۔[72]

مگر اس حدیث سے استدلال فرمانا درست نہیں ہے کیوں کہ یہ ضعیف حدیث ہے اور اس وجہ سے بھی کیوں کہ ہر نماز کے لئے ابتداء وانتہا کا وقت ہے دونوں ایک ہی نہیں ہو سکتے جیسے کہ **الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح** میں ہے:

یعنی: نماز مغرب کے دو اوقات اول و آخر ہیں، اور امام مالک و امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ہی وقت ہے، اس باب میں ان کے دلائل ضعیف حدیثیں ہیں، اس باب میں بھی احناف کے دلائل صحیح حدیثیں ہیں، اس میں سے بعض یہ ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حضور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ لِلصَّلَاةِ أَوَّلًا وَآخِرًا

ترجمہ: نماز کے لئے اول وآخر ہے۔

---

(71): حاشیہ عبد الحی اللکنوی علی الهدایہ، ج:۱، ص:۲۵۷، ماخوذا
(72): ایضا

اور اوقات کا شمار کرایا .... حدیث [73]۔ [74]

**(قولہ: وما رواہ کان للتحرز عن الکراھۃ):** یعنی امام شافعی علیہ الرحمہ نے جو روایت پیش فرمائی ہے وہ وقتِ غیر مکروہ کو بیان فرمانے کے لئے ہے کہ اس وقت کے بعد تک نماز مغرب مؤخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور ستاروں کے گتھ جانے تک تاخیر کرنا مکروہ تحریمی،

چنانچہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہِ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گُتھ گئے، تو مکروہِ تحریمی۔ [75]

ستارے گتھنے سے مراد بہت سارے ستاروں کا جھرمٹ میں ظاہر ہونا ہے۔ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آدھے وقت گزر جانے تک تو یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی مگر اس کے بعد کچھ ہی دیر میں یہ کیفیت ہو جاتی ہے جس میں عام طور پر اور وہ بھی پاک و ہند جیسے شہروں میں تمیز مشکل ہے لہذا یہی سمجھنا مناسب ہے کہ آدھے وقت کے بعد تک نماز مغرب میں تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے مگر یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ کراہت تاخیر کرنے میں ہے نا کہ ادائے نماز

---

(73): مسند احمد بن حنبل، ج:۱۲، ص:۹۴، الرقم:۷۱۷۲

(74): الانتصار مترجم بنام مذہب حنفی کی تائید و ترجیح، ص:۶۹

(75): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۵۳

میں کیوں کہ اگر ادائے نماز میں ہوتی تو نماز ناقص یا واجب الاعادہ ہوتی حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ، درالمختار میں ہے: (کرہ) أي التأخير لا الفعل یعنی: تاخیر مکروہ ہے نا کہ فعل (ادائے نماز) (76)

**(قوله: وما رواه موقوف على):** امام شافعی علیہ الرحمہ نے جو روایت پیش کی ہے صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ اس سے دلیل پکڑنے کے درست نہ ہونے کو بیان فرما رہے ہیں کہ یہ روایت موقوف ہے مرفوع نہیں جب کہ امام اعظم علیہ الرحمہ والی روایت مرفوع تو ظاہر ہے کہ مرفوع کو موقوف پر ترجیح ہو گی۔

**(قوله: وفيه اختلاف الصحابة):** یعنی اگر بر سبیل تسلیم مان بھی لیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ والی روایت مرفوع ہے تو تب بھی اس سے دلیل پکڑنا درست نہ ہو گا کیوں کہ اس میں صحابہ کرام علیھم الرضوان کا اختلاف تھا اور جب ایسی صورت ہو تو مرفوع حدیث سے بھی دلیل پکڑنا درست نہیں (77)۔

---

(76): الدر المختار، ص: ۵۴

(77): حاشیہ عبد الحی اللکنوی علی الہدایہ، ج: ۱، ص: ۲۵۸، ماخوذا

## نماز عشاء ووتر

### بہار شریعت

وقت عشاووتر: غروب سپیدی مذکور سے طلوع فجر تک ہے،اس جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی سپیدی کے بعد جو سپیدی شرقاً غرباً طویل باقی رہتی ہے،اس کا کچھ اعتبار نہیں، وہ جانب شرق میں صبح کاذب کی مثل ہے۔

مسئلہ ۴:اگرچہ عشاووتر کا وقت ایک ہے، مگر باہم ان میں ترتیب فرض ہے، کہ عشا سے پہلے وتر کی نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں،البتہ بھول کر اگر وتر پہلے پڑھ لیے یا بعد کو معلوم ہوا کہ عشا کی نماز بے وضو پڑھی تھی اور وتر وضو کے ساتھ تو وتر ہوگئے۔ (درمختار،عالمگیری)

مسئلہ ۵: جن شہروں میں عشاکاوقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے (جیسے بلغار ولندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشا کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سیکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے)تو وہاں والوں کو چاہیے کہ "

ان دنوں کی عشاووتر کی قضاپڑھیں۔" (در مختار، ردالمحتار)[78]

(قولہ: جن شہروں میں عشاکاوقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یاڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کرآئے): ہوتایوں ہے کہ جس قدر عرض بڑھتاجاتاہے اسی قدردن اوررات میں تبدیلیاں بڑھ جاتی ہیں یعنی صفر عرض بلدپر تقریبادن اوررات برابر رہتے ہیں اس کے بعد جتناشمالی علاقوں میں عرض جتنابڑھے گا گرمیوں میں دن اسی قدر بڑھے ہوتے چلے جائیں گے اور سردیوں میں راتیں اسی قدر چھوٹی ہوتی جائیں گی اورراتیں چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوگا کہ وقت مغرب بہت بڑاہو جائے گا اسی وجہ سے وہاں عشاکاوقت نہایت مختصر ساآتا ہے بلکہ اس سے مزید عرض بلدپر عشاحنفی کاوقت شروع ہونے سے پہلے ہی وقت فجر ہو جاتا ہے اور پھر مزید عرض پر عشاشافعی کاوقت شروع ہونے سے پہلے فجر کاوقت شروع ہو جاتاہے اور پھر مزید مقامات ایسے بھی ہیں جہاں کئی کئی دن بلکہ مہینوں رات کاوقت آتاہی نہیں بلکہ شام کی سی کیفیت پیداہوتی ہے اور پھر صبح آجاتی ہے یہاں تک کہ ۹۰ عرض بلدیعنی قطب شمالی پر ۶ مہینے سے بھی زیادہ دن رہتاہے یعنی ان علاقوں میں صرف دو نمازوں یعنی ظہر و عصر ہی کا وقت آتاہے اویہی کیفیت دن پر بھی ہوتی ہے کہ دن چھوٹاہوتے ہوتے ختم ہو جاتاہے اوراسی سے ملتی جلتی کیفیت جنوبی دنیامیں بھی ہوتی ہے۔

---

(78): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۵۱

## جہاں وقت عشاو مغرب نہیں آتا وہاں نماز اور روزے کے مسائل

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں نمازوں اور روزوں کا کیا معاملہ ہو گا؟

جواب: اس حوالے سے مفتی شمس الہدیٰ رضوی مصباحی صاحب نے مکمل تحقیق مع حوالہ جات و تصدیقات فرمائی ہے ہم یہاں اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

### نماز:

اس سلسلے میں ہمارے قدیم فقہائے احناف کے ۲ مؤقف ہیں:

1 ) نماز کا وقت نماز کے لئے سبب وجوب ہے لہذا جن مقامات پر وقت ہی نہیں پایا گیا تو سبب کے نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز ہی واجب نہ ہوئی۔

2 )ان پر نمازیں لازم ہوں گی۔اب ان کے نزدیک نماز کس طرح پڑھیں گے؟اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

### نماز عشا

جب تک مذہب امام اعظم علیہ الرحمہ پر عمل کرنا ممکن ہو تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب پر ہی عمل ہو گا

اور جب مشکل ہو کہ شفق ابیض بہت دیر سے غروب ہو یا امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب کے مطابق وقت عشا داخل ہی نہ ہو اس صورت میں صاحبین علیہما الرحمہ کے قول پر عمل

ہو گا

اور جب اس پر بھی عمل مشکل ہو کہ شفق احمر بھی بہت دیر سے ڈوبے یا پھر ڈوبے ہی نہ تو اس صورت میں امام شافعی وامام مالک علیہما الرحمہ کے مذہب پر عمل کی اجازت ہے جس سے ان کے شہروں میں نتیجہ یہ نکلے گا کہ نماز مغرب کے بعد سے آدھی رات سے پہلے تک جب بھی عشا ادا کرلیں درست مانی جائے گی[79]۔

## نماز مغرب

اب جس کیفیت میں جیسا نماز عشا کا حکم ہو گا اس وقت سے پہلے نماز مغرب ادا کرنی ہو گی۔

## تنبیہ:

ان علاقوں میں کبھی احناف کے مطابق تقدیر (اندازہ لگا کر نماز پڑھنے) کا حکم نہیں ہو گا وہ صرف اسی صورت میں ہو گا کہ جب ٦ مہینے کے دن اور ٦ مہینے کی رات والی صورت ہو گی یعنی قطب شمالی اور قطب جنوبی پر[80]۔

## روزہ

جب شفق احمر وابیض غروب ہی نہ ہو اور اسی سے متصل صبح صادق ہو جائے تو اس صورت

---

(79): شمس الانوار باجلاء العشاء والاسحار، ص: ٤٦-٤٨

(80): شمس الانوار باجلاء العشاء والاسحار، ص: ٦٧

میں نصف اللیل عرفی (یعنی غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کے نصف) سے پہلے پہلے سحری کر لینا لازم ہے[81]

اور جب ایسی صورت ہو کہ غروب ہوتے ہی وقت فجر ہو جائے تو اس صورت میں روزہ کی قضا ہو گی۔[82]

## نور الایضاح

وَالْعِشَاءُ وَالْوِتْرُ: مِنْهُ إِلَى الصُّبْحِ. وَلَا تُقَدَّمُ الْوِتْرُ عَلَى الْعِشَاءِ لِلتَّرْتِيبِ اللَّازِمِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ وَقْتَهُمَا لَمْ يَجِبَا عَلَيْهِ[83]

یعنی: عشاء اور وتر کا وقت غروب شفق ابیض سے صبح صادق تک ہے۔ اور ترتیب کے لازم ہونے کی وجہ سے وتر کو عشاء پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔ اور جو ان دونوں کا وقت نہ پائے ان پر یہ واجب نہیں۔

## ھدایہ

وَأَوَّلُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ وَآخِرُ وَقْتِهَا مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ الثَّانِي "لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " وَآخِرُ وَقْتِ الْعِشَاءِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ "

---

(81): شمس الانوار باجلاء العشاء والاسحار، ص:۵۰
(82): شمس الانوار باجلاء العشاء والاسحار، ص:۶۳
(83): نور الایضاح، ص:۱۱۰

وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى فِي تَقْدِيرِهِ بِذَهَابِ ثُلُثِ اللَّيْلِ "وَأَوَّلُ وَقْتِ الْوِتْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَآخِرُهُ مَا لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ " لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْوِتْرِ "فَصَلُّوهَا مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ "قَالَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: هٰذَا عِنْدَهُمَا وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى وَقْتُهُ وَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُقَدَّمُ عَلَيْهِ عِنْدَ التَّذَكُّرِ لِلتَّرْتِيبِ[84]

یعنی: وقت عشا کی ابتدا: جب شفق ابیض غائب (غروب) ہو جائے اور انتہاء وقت: جب تک فجر صادق طلوع نہ ہو، حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: اور عشا کے وقت کی انتہا جب فجر طلوع ہو جائے اور یہ روایت امام شافعی علیہ الرحمہ کے انتہاءِ وقتِ عشا کو تہائی رات کے ساتھ مقرر کرنے میں ان کے خلاف دلیل ہے۔ اور وتر کا وقت کی ابتدا: عشا (کی فرض رکعتوں) کے بعد ہے اور انتہا: جب تک فجر صادق طلوع نہ ہو، حضور ﷺ کے وتر کے بارے میں اس فرمان کی وجہ سے کہ: پس تم اس (وتر) کو عشا اور طلوع فجر صادق کے وقت کے درمیان پڑھو۔ صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ نے فرمایا: یہ صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہے اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وتر کا وقت عشا کا وقت ہی ہے مگر یہ کہ یاد ہونے کی صورت میں ترتیب کی وجہ سے وتر کو عشا پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔

---

(84): ہدایہ، ج:۱، ص:۲۵۸-۲۶۰

یعنی امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر بھول کر وتر کو عشاپر مقدم کر دیا یا غلطی سے تو اس صورت میں وتر کا اعادہ لازم نہیں ہو گا جب کہ صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہر صورت میں اعادہ لازم ہو گا[85]

(85): حاشیہ عبد الحی اللکنوی علی الہدایہ، ج:۱، ص:۲۵۹

# کسی دن کے بعض اوقات کے ذریعے دیگر اوقات معلوم کرنا

ابتداءً چند باتیں یاد رکھیے:

1. طلوع شرعی و غروب شرعی کا عین درمیانی وقت، نصف النہار ہوتا ہے بالفاظ دیگر جتنا دورانیہ طلوع سے نصف النہار تک ہو گا اتنا ہی نصف النہار سے غروب تک کا ہو گا۔
2. ایک دن کے وقت فجر و مغرب کا دورانیہ برابر ہوتا ہے۔
3. فجر یا مغرب کے دوارانیے کی مقدار کا نصف ضحوی کبری کے دورانیے کے برابر ہوتا ہے۔
4. فجر صادق اور وقت غروب کا نصف ضحوی کبری ہے یعنی جتنا دورانیہ فجر سے ضحوی کبری تک ہو گا اتنا ہی ضحوی کبری سے غروب تک ہو گا۔

**تنبیہ**: وقت عصر کسی دوسری نماز کے مقابلے میں نہیں ہے لہذا نہ کسی نماز سے وقت عصر معلوم کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وقت عصر سے کوئی اور وقت۔

## طریقہ استخراج:

1. اگر ہمیں وقت فجر، طلوع اور نصف النہار معلوم ہو تو بقیہ اوقات معلوم

کر سکتے ہیں جیسے

| فجر | طلوع | ضحوی کبری | نصف النہار | مغرب | عشا |
|---|---|---|---|---|---|
| 4:20 | 6:00 | | 12:00 | | |

**ضحوی کبری**: اس کا وقت 11:10 ہو گا کیوں کہ وقت فجر کی مقدار ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ (۱۰۰ منٹ) ہے لہذا ضحوی کبری کی مقدار اس کا نصف یعنی ۵۰ منٹ ہوئی تو ہم نے نصف النہار کے وقت سے اسے تفریق (مائنس) کر لیا تو جواب آیا: 12:00-0:50= 11:10۔

**مغرب**: اس کا وقت 18:00 ہو گا کیوں کہ طلوع سے نصف النہار کی مقدار ٦ گھنٹہ ہے تو نصف النہار میں ٦ گھنٹہ جمع کیا تو جواب آیا: 12:00+6:00=18:00۔

**عشا**: اس کا وقت 19:40 ہو گا کیوں کہ وقت فجر کی مقدار ا گھنٹہ ۴۰ منٹ (۱۰۰ منٹ) ہے لہذا وقت غروب میں اسے جمع کیا تو جواب آیا: 18:00+1:40=19:40۔

| فجر | طلوع | ضحوی کبری | نصف النہار | مغرب | عشا |
|---|---|---|---|---|---|
| 4:20 | 6:00 | 11:10 | 12:00 | 18:00 | 19:40 |

2. اگر ہمیں وقت طلوع، ضحوی کبری، اور نصف النہار معلوم ہو تو ہم بقیہ معلوم کر سکتے ہیں

یونہی اس کی ۲۰ صورتیں بنیں گی:

وہ اوقات جو ہمیں معلوم ہوں گے:

| | |
|---|---|
| 1. فجر، طلوع، ضحوی کبری | 2. فجر، طلوع، ظہر |
| 3. فجر، طلوع، غروب | 4. فجر، طلوع، عشا |
| 5. فجر، ضحوی کبری، ظہر | 6. فجر، ضحوی کبری، غروب |
| 7. فجر، ضحوی کبری، عشا | 8. فجر، ظہر، غروب |
| 9. فجر، ظہر، عشا | 10. فجر، غروب، عشا |
| 11. طلوع، ضحوی کبری، ظہر | 12. طلوع، ضحوی کبری، غروب |
| 13. طلوع، ضحوی کبری، عشا | 14. طلوع، ظہر، غروب |
| 15. طلوع، ظہر، عشا | 16. طلوع، غروب، عشا |

| | |
|---|---|
| 17. ضحوی کبری، ظہر، غروب | 18. ضحوی کبری، ظہر، عشا |
| 19. ضحوی کبری، غروب، عشا | 20. ظہر، غروب، عشا |

مگر ان میں سے صرف تین صورتیں ہیں (جن کو ما قبل میں لال رنگ دے دیا گیا ہے) جن میں یہ طریقہ استعمال نہیں کر سکتے:

1. جب ہمیں صرف فجر، ضحوی کبری، غروب معلوم ہو
2. جب ہمیں صرف فجر، ظہر، عشا معلوم ہو
3. جب ہمیں صرف طلوع، ظہر اور غروب معلوم ہو

ان ۳ صورتوں میں ہم بقیہ اوقات معلوم نہیں کر سکتے کیوں کہ یہاں دیگر اوقات کے ضد (مقابل وقت) معلوم نہیں جب کہ دیگر صورتوں میں ان کا مقابل معلوم ہوتا تھا۔

# استقبال قبلہ

**بہارِ شریعت:**

مسئلہ ۵۰: کعبۂ معظمہ کے اندر نماز پڑھی، تو جس رُخ چاہے پڑھے، کعبہ کی چھت پر بھی نماز ہو جائے گی، مگر اس کی چھت پر چڑھنا ممنوع ہے۔ (غنیہ وغیرہا)

مسئلہ ۵۱: اگر صرف حطیم کی طرف مونھ کیا کہ کعبۂ معظمہ محاذات میں نہ آیا، نماز نہ ہوئی۔ (غنیہ)
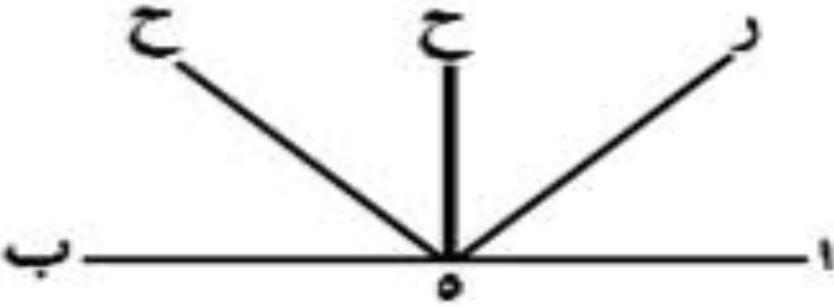
مسئلہ ۵۲: جہت کعبہ کو مونھ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مونھ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو، تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے، مگر مونھ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار ۴۵ درجہ رکھی گئی

ہے، تو اگر ۴۵ درجہ سے زائد انحراف ہے، استقبال نہ پایا گیا، نماز نہ ہوئی، مثلاً ا، ب ، ایک خط ہے اس پر ہ، ح ، عمود ہے اور فرض کرو کہ کعبۂ معظمہ عین نقطہ ح کے محاذی ہے، دونوں قائمے ا، ہ، ح اور ح، ہ ب کی تنصیف کرتے ہوئے خطوط ہ، ر، ہ، ح خطوط کھینچے، تو یہ زاویہ ۴۵، ۴۵ درجے کے ہوئے کہ قائمہ ۹۰ درجے ہے، اب جو شخص مقام ہ پر کھڑا ہے، اگر نقطۂ ح کی طرف مونھ کرے، تو اگر عین کعبہ کو مونھ ہے اور اگر دہنے بائیں ر یا ح کی طرف جھکے تو جب تک رح یا ح ح کے اندر ہے، جہت کعبہ میں ہے اور جب ر سے بڑھ کر ا یا ح سے گزر کر ب کی طرف کچھ بھی قریب ہوگا، تو اب جہت سے نکل گیا، نماز نہ ہوگی۔ (در مختار و افاداتِ رضویہ)(86)

(قولہ: تو جس رُخ چاہے پڑھے): جس طرح کعبہ کے اندر نماز پڑھنے والا چاروں جہات کو منہ کر سکتا ہے بعینہ دنیا کا ایک اور مقام بھی ہے جہاں اگر کوئی شخص پہنچ جائے تو اس کے لئے چاروں کی چاروں جہت ہی قبلہ ہوں گی لیکن اس مقام پر پہنچنا نہایت ہی مشکل ہے

(86): بہار شریعت، ج:۱، ص:۴۸۸، ۴۸۷

کیوں کہ یہ مقام بہت گہرے سمندر میں واقع ہے اور وہان کا تعین اور وہاں قرار نا ممکن کے قریب ہے،اس کی مزید تفصیل گوگل وغیرہ پر Antipod of Kaaba لکھ کر سرچ کی جاسکتی ہے۔ ہم آپ کو اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی عبارت سناتے ہیں مگر اس سے پہلے کچھ تمہید سنیے : دنیا گول ہے تو دنیا کا جو بھی مقام ہو گا تو اس کے عین مقابل اس کے نیچے کوئی اور مقام بھی ہو گااور یہ بالکل اس کے الٹ ہو گا یعنی اگر شمالی مقام ہے تو مقابل والا مقام جنوب میں ہو گا،اس دوسرے والے مقام کو **مقاطر** کہتے ہیں۔ کسی مقام کے اور اس کے مقاطر کا دن اور رات وغیرہ کے معاملات بالکل الٹ ہوتے ہیں یعنی اگر مقام میں طلوعِ شمس ہو گا تو مقاطر میں غروبِ شمس اور اگر مقام میں نصف النہار تو مقاطر میں نصف اللیل۔اب سنیئے اعلی حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں : اگر فصل طول ۱۸۰ (درجے ہو)اور مقام کا عرض جنوبی مساوی عرض شمالی مکہ (21:25S) ہو تو اس کا قبلہ مثل قبلہ مکہ معظمہ ہو گا کہ اس صورت میں وہ مقام مکہ معظمہ کا مقاطر ہے یعنی وہ اور مکہ مکرمہ زمین کے ایک قطر پر ہیں۔اس طرف مکہ معظمہ اس طرف وہ (یعنی مقاطر کعبہ)،مکہ معظمہ میں جس وقت ٹھیک دوپہر ہو گا وہاں ٹھیک آدھی رات ہو گی۔مکہ معظمہ کی آدھی رات پر وہاں ٹھیک دوپہر ہو گا مکہ معظمہ میں جس وقت آفتاب طلوع کرے گا وہاں غروب ہو گا جس وقت غروب کرے گا وہاں طلوع ہو گا۔
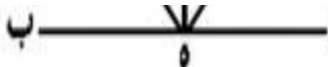
شرح چغمینی میں لکھا کہ : یہاں کا قبلہ سب سے سہل تر ہے کہ یہاں کوئی سمت متعین ہی

نہیں بلکہ جدھر منھ کرو سب طرف قبلہ ہے[87]۔

پھر اس کی مزید مشکلات اور باریکیوں پر علمی کلام فرما کر ارشاد فرماتے ہیں: ہاں وہاں جو محل مقاطر کعبہ معظمہ ہو خاص اتنی جگہ میں البتہ یہ بات صادق ہو گی کہ جدھر منھ کرو سب طرف قبلہ ہے جیسے داخل کعبہ معظمہ میں کہ وہ جگہ[88] خود عین کعبہ ہے۔[89]

یعنی جتنا کعبہ شریف کی عمارت کا رقبہ ہے، مقاطر میں خاص اتنے ہی رقبے کے لئے یہ حکم ہو گا اور ظاہر ہے کہ اتنی سی جگہ کو اندھیرے اور گہرے سمندر میں پالینا اور پھر وہاں ٹھہرنا یہ سارے کام مشکل ہی نہیں تقریبا ناممکن ہیں۔

**(قولہ: مثلاً ا، ب، ایک خط ہے):** یہاں علم ہندسہ و مثلث کے انداز میں سمجھایا گیا ہے کیوں کہ اس کا استعمال ہمارے یہاں اتنا عام نہیں ہے لہذا آسانی کے پیش نظر ہم اس کو الگ انداز سے عرض کرتے ہیں

یوں سمجھیے کہ ا ـــــــ ہ ـــــــ ب یہ چوڑی لائن صف کی ہے اور

یہ ح ـــ ہ لمبی لائن عین سمت قبلہ کی ہے اور فرض کیجیے کے ہ ایک بندہ ہے اب اگر

---

(87): قبلہ نما، ص: ۸۹

(88): اس جملے میں وہ جگہ سے مراد داخل کعبہ ہے۔ حاشیہ از قاضی شہید عالم رضوی دامت برکاتھم العالیہ قبلہ نما، ص: ۹۰

(89): قبلہ نما، ص: ۹۰

یہ بالکل سیدھا ح یعنی سمت قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے تو عینِ جہتِ قبلہ کو منہ کیا اور اگر صف لائن کی طرف کرتا ہے جیسے سلام پھیرتے وقت کرتے ہیں تو بالکل ہی نماز نہ ہوئی اور ان دونوں جہتوں کے درمیان اگر منہ کیا تو یہ ۴۵ درجہ ہے جیسے یہ دو ترچھی لائن ہیں۔
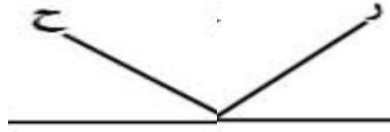
۴۵ درجے کی مزید وضاحت کے لئے ایک اور تصویر ملاحظہ کیجیے:
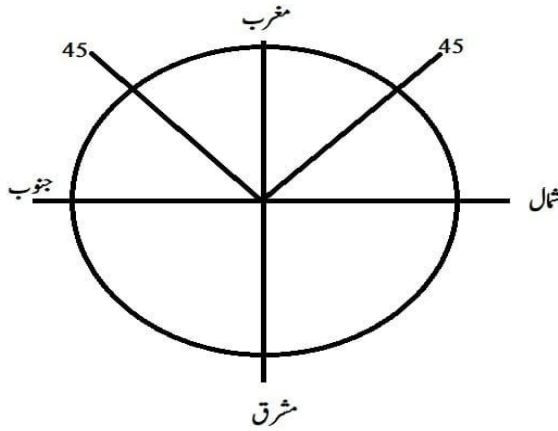
## نور الایضاح:

وَاسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ. فَلِلْمَكِّيِّ الْمُشَاهِدِ: فَرْضُهُ إِصَابَةُ عَيْنِهَا وَلِغَيْرِ الْمُشَاهِدِ: جِهَتُهَا وَلَوْ بِمَكَّةَ عَلَى الصَّحِيحِ(90)

یعنی: اور (نماز کی شرائط میں سے) استقبال قبلہ (بھی) ہے۔ پس ایسے مکی کے لئے جو کعبہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس کے لئے عین کعبہ کو منہ کرنا فرض ہے اور جو کعبہ کو دیکھ نہ سکتا ہو اس کے لئے جہت کو منہ کرنا فرض ہے اگرچہ شہرِ مکہ میں ہو صحیح قول کے مطابق۔

## هدایه:

وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ " لِقَوْلِهِ تَعَالَى: {فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ [الْبَقَرَة: 144] ثُمَّ مَنْ كَانَ بِمَكَّةَ فَفَرْضُهُ إِصَابَةُ عَيْنِهَا وَمَنْ كَانَ غَائِبًا فَفَرْضُهُ إِصَابَةُ جِهَتِهَا هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ التَّكْلِيفَ بِحَسَبِ الْوُسْعِ(91)

یعنی: اور مصلی قبلہ کو منہ کرے گا، اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے: **اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔** پھر جو شخص مکہ میں ہو تو عین کعبہ کو منہ کرنا لازم ہوگا اور جو غائب ہو تو جہت کعبہ کو منہ کرنا لازم ہوگا یہی صحیح ہے کیوں کہ تکلیف (مکلف بنایا جانا) وسعت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

---

(90): نور الایضاح، ص: ۱۲۵، ۱۲۴

(91): ہدایہ، ج: ۱، ص: ۲۹۹، ۲۹۸

# خاتمہ

ویسے تو خاتمہ میں ماقبل مضمون کا خلاصہ و نتیجہ پیش کیا جاتا ہے مگر ہم یہاں علم توقیت و فلکیات کی غرض جو ہم نے ابتدا میں بیان کی تھی اس کا اور بالخصوص جو امام صاحب، امام غزالی علیہ الرحمہ کا فرمان گزرا اس کا جائزہ لیں گے۔ یعنی: مَنۡ لَمۡ یَعۡرِفِ الۡهَیۡئَةَ وَ التَّشۡرِیۡحَ فَهُوَ عِنِّیۡنٌ فِیۡ مَعۡرِفَةِ اللهِ تَعَالٰی [92] یعنی جو ہیئت و تشریح [93] نہیں جانتا وہ معرفتِ الٰہی میں غیر کامل ہے، وہ امام صاحب کا دعوی تھا اب ہم غلاموں کا تو اتنا تو حق بنتا ہے کہ اپنے آقا کے دعوے کی دلیل دیں، اپنے آقا کے مدعے کو ثابت کریں۔

## تنبیہ:

ہم یہاں اسباب معرفت کی بات کر رہے ہیں حقیقتا معرفت پیدا ہو جانا تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ اور خیر خود اپنے لئے تو دعوی کرنا بھی نہیں کرنا چاہیے کہ علم توقیت پڑھ لیا یا فلاں کام کر لیا ہے لہذا ہم اہل معرفت ہیں، جیسے کہ امام صاحب ہی نے فرمایا ہے: حاصل کلام یہ ہے کہ محبت کا دعوی کرنے میں بہت خطرہ

---

(92): سلم السماء، ص:۲

(93): علم فلکیات کا مترادف نام

ہے۔اسی لئے حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی علیہ فرمایا کرتے کہ اگر تم سے پوچھا جائے: کیا تم اللہ سے محبت کرتے ہو؟ تو خاموش رہو کیونکہ اگر تم نے کہا **نہیں** تو تم کافر ہو گئے اور اگر تم نے کہا **ہاں** تو تمہارا حال محبین جیسا نہیں لہذا غضب الٰہی سے ڈرو[94]۔

اب آپ طلوع و غروب کی بحث ہی لے لیجیے کہ اس میں انکسار کی تفصیل معلوم ہوئی، کیا یہ ہمیں بغیر توقیت و فلکیات کے اس طرح معلوم ہو سکتا تھا۔ پھر اس میں مزید اختلاف منظر، ہوا کے دباو، گرمی سردی کے بڑھ جانے، ہوا میں نمی کے کم یا زیادہ ہونے کا بھی بہت دخل ہے، تو بتائیے کہ نظام شمسی کے فقط ایک جزء میں ہی اتنی باریکیاں، پیچیدگیاں ہیں تو دیگر اجزاء میں کیا کیا ہو گا اور پھر نظام شمسی کے علاوہ جو کائنات اور مخلوقات ہیں ان کا کیا عالم ہو گا، کیا بغیر ہیئت و توقیت و فلکیات کے اندازہ لگانا بھی ممکن ہے، ہر گز نہیں۔ اور جب یوں ہی غور کرتے چلے جائیں گے تو خوب واضح ہو جائے گا علم توقیت و فلکیات کا معرفت الٰہی سے کس قدر مضبوط تعلق ہے۔ایک مسلمان اور ایک طالب علم کے لئے توقیت و تصوف کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہونا کس قدر پر مسرت و خوبصورت اور حد درجہ علم توقیت کی طرف میلان پیدا کرنے والی بات ہے۔

اللہ تبارک و تعالی ہمیں بھی اپنے عارفین و محبوبین میں شامل فرمائے اور ہمیں حقیقی عاشق

---

(94):احیاء العلوم مترجم، ج:۵، ص:۱۱۷

رسول بنائے اور اس میں جلنا، مر نا نصیب فرمائے اور اے کاش! مدینہ شریف میں محبوب کے جلووں میں ایمان والی، عافیت کے ساتھ موت ملے، بقیع شریف مدفن بنے، اور خاک مدینہ سے یہ خاک مل جائے کہ پھر کبھی جدا نہ ہو، اور کاش کاش! یہ انعامات ہمیشہ قائم رہیں اور یہی سبب نجات بن جائیں۔

آمین بجاہ خاتم الانبیاء والمرسلین

# ماخذ و مراجع


- قرآن کریم کلام باری تعالی -
- احیاء العلوم مترجم، امام محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمہ، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۷
- الانتصار مترجم بنام مذہب حنفی کی تائید و ترجیح، جمال الدین یوسف بغدادی علیہ الرحمہ، مترجمہ: عالمہ شگفتہ نسرین امجدی، کتاب محل
- السنن الکبری، ابو بکر احمد بن الحسین البیھقي علیہ الرحمہ، دار الکتب العلمیہ، لبنان
- الصافیہ فی توضیح الکافیہ، شیخ عبد اللہ جان بن حسن جان علیہ الرحمہ، دار النعیمی
- المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰
- المصنف، ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام، دار التاصیل، ۲۰۱۳
- انوار شریعت، مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ، زاویہ فاؤنڈیشن
- بہار شریعت، مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۱۶
- تحقیقات امام علم و فن، مفتی خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ، مکتبۃ الغنی
- توضیح الافلاک، مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ، مکتبۃ الرضا، کراچی
- توضیح التوقیت، مفتی ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ، مکتبۃ الرضا، کراچی
- جد الممتار، اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ، مکتبۃ المدینہ، کراچی

- حاشیہ عبد الحي اللکنوی علی الھدایہ،علامہ عبد الحي لکنوی علیہ الرحمہ ،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ
- درالمختار، محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمہ ،دارالکتب العلمیہ
- سلم السماء، مفتی ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ ،مکتبۃ الرضا، کراچی
- سنن ابو داود، ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی علیہ الرحمہ ،دار الرسالۃ العالمیۃ، دمشق،۲۰۰۹
- سنن ترمذی ،امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی علیہ الرحمہ ،دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۶
- شعب الایمان، ابو بکر احمد بن الحسین البیھقي علیہ الرحمہ ،دارالکتب العلمیہ، لبنان، ۲۰۰۰ء
- شمس الانوار باجلاء العشاء والاسحار، مفتی شمس الھدی مصباحی دام ظلہ، جامع مسجد کنز الایمان، UK
- صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ ،دارابن کثیر، دمشق، ۱۹۹۳
- علم توقیت، ماہر فلکیات مفتی شہزاد نقشبندی دام ظلہ ،دارالرضا لاہور، ۲۰۱۹
- فتاوی رضویہ، اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ ،رضا فاؤنڈیشن
- فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین، فیروز سنز، لاہور، ۲۰۱۰
- قبلہ نما، اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ تسہیل و تحشیہ: مفتی قاضی شہید عالم

رضوی دام ظلہ ،ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

- مختصر المعانی، علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ ،مکتبۃ المدینہ ، کراچی، ۲۰۱۶
- مرآۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ ، نعیمی کتب خانہ ، گجرات
- مسند احمد بن حنبل ،امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ ، مؤسس الرسالۃ
- منار التوقیت، مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ ،مکتبۃ الرضا، کراچی
- نصاب توقیت ،ماہر توقیت مولانا وسیم احمد عطاری دام ظلہ ،مکتبۃ المدینہ ، کراچی، ۲۰۲۲
- نور الایضاح، حسن بن عمار بن علی الشر نبلالی علیہ الرحمہ ،مکتبۃ المدینہ ، کراچی، ۲۰۱۱
- ہدایہ ، علی بن ابی بکر المرغینانی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ